

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

البلاغ المبين

لِإِغْلَائِي الدِّينِ الْمَتِينِ

مفتی اسلام

تالیف

WWW.NATJISLAM.COM

شیخ الحدیث والتفسیر

پیرسائیں غلام رسول قاسمی قادری نقشبندی

دامت برکاتہم العالیہ

ناشر

رحمۃ للعالمین پبلی کیشنز بشیر کالونی سرگودھا

048-3215204-0303-7931327

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ

وَالْمُرْسَلِينَ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ

تبلیغ کے ذرائع

اللہ کریم جل مجدہ قادر مطلق ہے۔ وہ بغیر کسی سبب کے بھی ہر کام کر سکتا ہے۔ مگر اس کا طریقہ یہی رہا ہے کہ دین کی تبلیغ کے لیے اس نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ذریعہ بنایا۔ پھر انبیاء تک پیغام پہنچانے کے لیے بھی سیدنا جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو واسطہ بنایا۔ پھر مختلف کتب اور صحائف کو نازل فرمایا جن میں ہدایت درج تھی۔

اس سے آگے انبیاء علیہم السلام نے بھی اپنے شاگرد اور صحابی تیار فرمائے جو مختلف علاقوں میں تبلیغ کے لیے نکل گئے اور دین کی خدمت کا کام سرانجام دیا اور اس کے علاوہ تبلیغ کے لیے دیگر ذرائع اور وسائل کو اختیار فرمایا۔ ہمارے نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے تبلیغ دین کے لیے مندرجہ ذیل ذرائع اختیار فرمائے۔

(۱)۔ سب سے پہلی اور اہم بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے افراد پیدا کیے اور اپنے غلاموں میں جذبہ خدمت دین پیدا فرمایا۔

مختلف اطراف میں مختلف صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ذمہ داری سنبھالی۔ مکہ میں حضرت عبداللہ بن عباس، مدینہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور مولا علی وغیرہما، مصر میں حضرت عمرو بن العاص، یمن میں حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم متعین ہوئے۔

(۲)۔ مختلف ممالک کے بادشاہوں کو خطوط لکھے۔

(۳)۔ تالیف القلوب کے لیے غیر مسلموں اور نو مسلموں پر زکوٰۃ کا پیسہ خرچ فرمایا۔

(۴)۔ مختلف قبائل میں شادیاں فرمائیں تاکہ رشتہ داریاں قائم ہو جانے کے نتیجے میں دین کی تبلیغ آسان ہو جائے۔

(۵)۔ سب سے پہلے مسجد نبوی اور بعد میں متعدد مساجد تیار کرائیں اور مساجد تعمیر کرانے کی ترغیب دی۔

(۶)۔ صفہ کے نام سے ایک تربیتی ادارہ قائم فرمایا۔

(۷)۔ مسلمان تاجروں کی مدد سے اسلام کا پیغام مختلف ممالک تک پہنچایا۔

(۸)۔ حتمی کارروائی کے طور پر جہاد فرمایا۔

آپ ﷺ کے زمانہ اقدس کے بعد بھی تبلیغ کا یہ سلسلہ جاری رہا اور مذکورہ ذرائع استعمال ہوتے رہے بلکہ ان ذرائع میں اضافہ بھی ہوا۔ مثلاً فتوحات اسلامیہ کا سلسلہ خلفاء راشدین کے دور میں بہت وسیع ہو گیا اور سرکاری محکموں کو منظم کیا گیا۔ ثانیاً مفتوحہ علاقوں میں مزید مبلغین بھیجے گئے۔ جیسے سیدنا فاروق اعظم ﷺ نے کوفہ میں سیدنا

عبداللہ بن مسعودؓ کو بھیجا۔ ثالثاً قرآن کی جمع و تدوین ہوئی۔ رابعاً مختلف صحابہ کرام علم الرضوان نے اپنے اپنے تعلیمی حلقے قائم فرمائے اور تعلیم پر اتنی توجہ دی گئی کہ جب سیدنا مولا علیؓ کو فہ میں تشریف لے گئے تو سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ نے چار ہزار شاگردوں کو ساتھ لے کر آپ کا استقبال کیا۔

تابعین اور تبع تابعین کے دور میں احادیث کو جمع کیا گیا، فتنہ وضع حدیث کا تدارک کیا گیا۔ فقہ کی تدوین ہوئی اور تعلیم پر اتنی توجہ دی گئی کہ ایک ایک عالم نے ہزاروں شاگردوں کو دین سکھایا اور ایک ایک شاگرد نے ہزاروں اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔

اس کے علاوہ ہر دور میں تبلیغ کے متعدد ذرائع اختیار کیے جاتے رہے۔ مجموعی طور پر ان تمام ذرائع کی تعداد اور تفصیل حسب ذیل ہے۔

- (۱)۔ اسلامی حکومتیں (۲)۔ جہاد (۳)۔ مدارس کا قیام (۴)۔ تبلیغی تنظیمیں (۵)۔ تجارت
- (۶)۔ مبلغین کی تیاری اور مختلف علاقوں میں ان کا چلے جانا (۷)۔ مناظرے (۸)۔ مسلمانوں
- کا مختلف علاقوں میں شادیاں کرنا (۹)۔ مسلمان سیاحوں کا مختلف علاقوں میں جانا اور مختلف علاقوں کے
- لوگوں کا اسلامی علاقوں میں سیاحت کے لیے آنا۔ (۱۰)۔ تصنیف و تالیف، تفاسیر و شروح
- (۱۱)۔ مواعظ و تقاریر (۱۲)۔ میڈیا (ریڈیو، ٹی وی، اخبار، جرائد وغیرہ) (۱۳)۔ صوفیاء کا ذکر اذکار اور
- توجہ باطنی کے ذریعے لوگوں کو مشرف بہ اسلام کرنا۔ دین کی تبلیغ و دعوت میں سب سے بڑا کردار صوفیاء علیہم الرضوان کا
- ہے۔ صوفیاء نے بوقت ضرورت تلوار بھی اٹھائی ہے اور گوشہ نشین ہونے کے باوجود تقریر، مناظرے اور تردید کو بھی
- اختیار فرمایا ہے۔ (۱۴)۔ دین اسلام کی ترویج اور پھیلاؤ کا ایک اہم ذریعہ غیر اسلامی مذاہب کی اپنی
- کمزوریاں اور خرابیاں ہیں۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ مختلف ادیان کے ستائے ہوئے اور لٹے ہوئے لوگوں
- کو اگر کہیں پناہ اور سکون میسر آتا ہے تو دامن اسلام ہی میں میسر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انڈیا، امریکہ اور یورپ میں
- اسلام بغیر کسی منظم تبلیغ کے تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے۔

بیرونی فتنے اور ان کی اصلاح

اسلام کی وسیع تعلیمات

اسلام ایک ایسا دین ہے جو انسان کو زندگی کے تمام گوشوں میں تعلیم فراہم کرتا ہے۔ قرآن، حدیث اور فقہ کی کتابیں اٹھا کر دیکھیے۔ بچے کی پیدائش سے لے کر موت تک ہر موڑ پر اسلام تعلیمات فراہم کر رہا ہے۔ نظریات اور عبادات کے علاوہ انفرادی زندگی، ازدواجی زندگی، معاشرتی معاملات، سیاسیات، معاشیات حتیٰ کہ اسلام میں سائنس، ریاضی، جغرافیہ اور طب کے موضوع پر بھی مفصل تعلیمات موجود ہیں۔ ہم نے اپنی کتاب ضابطہ حیات میں ان

موضوعات پر کافی تفصیل سے بحث کی ہے۔

چونکہ یہ خوبی دنیا کے کسی دوسرے مذہب میں نہیں۔ لہذا دوسرے مذہب کے لوگ اپنی اس کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لیے ان تعلیمات کو انفرادی، ذاتی اور نجی قرار دے کر انہیں غیر ضروری ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کی اپنا گناہ چھپانے کی یہ کوشش گناہ سے بھی بدتر ہے۔ عذر گناہ بدتر از گناہ۔

دین کو سیاست سے جدا سمجھنا بھی انہی شکست خوردہ مذاہب کی مجبورانہ پالیسی ہے۔ جس کے دین نے سیاست کے آداب سکھائے ہی نہیں وہ دین کو سیاست سے جدا نہ کہے تو اور کیا کہے؟

انسانی سیرت و کردار (Charactor) کو تعمیر کرنے کی تعلیمات بھی اسلام کے سواء کسی دوسرے مذہب کے پاس نہیں۔ ہمارے نبی کریم ﷺ کا فرمایا ہوا ایک ہی جملہ دوسرے مذاہب کی ساری تعلیمات پر حاوی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص مجھے دو جہڑوں کے درمیان والی چیز اور دو ٹانگوں کے درمیان والی چیز کی ضمانت دے دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں (بخاری، مشکوٰۃ صفحہ ۴۱۱)۔

ہم دنیا بھر کے دانش مندوں اور مفکروں کو دعوتِ غور و فکر دیتے ہیں اور چیلنج دیتے ہیں کہ اس جملہ رسول کی مثال کسی بڑے سے بڑے فلسفی، ماہرِ اخلاقیات و تعلیمات کے ہاں دکھا دیں۔ یہ تو ہم نے محض ایک مثالی جملہ پیش کر دیا ہے ورنہ اگر پوری تعلیمات کا مطالعہ کر لیا جائے تو ایمان دو بالا ہو جائے۔

دوسرے مذاہب میں جنسی بے راہ روی، بدکرداری، شراب نوشی اور لبرل ازم کے نام پر ہونے والی آوارہ گردی نے نوجوانوں کی صحت کو برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے اسلام کے دامن کے سواء کہیں پناہ نہیں۔

جو لوگ سہرے باندھ کر کیتوں سے شادیاں رچاتے ہیں، جن کے ہاں ننگے رہنا سہنا اور ننگے عبادت کرنا شیطانی مکتبہ فکر (Devil Church) کے نام سے مشہور ہو چکا ہے۔ ایسے لوگوں سے خود کسی انسانی رویے کی امید کیسے رکھی جاسکتی ہے اور یہ لوگ خود اپنی اولادوں سے وفا کی توقع کیسے رکھ سکتے ہیں۔

جن مذاہب میں کردار (Charactor) ہر کسی کا ذاتی معاملہ سمجھا جاتا ہے، ان کی عورتیں اپنی ناجائز اولاد کو سڑکوں اور کوڑے کرکٹ کے ڈھیروں پر پھینک کر چلی جاتی ہیں۔ رشتے ناطے اور مادر پدر کو محض ایک فضول بندھن قرار دیا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کی اولادیں ان کے کنٹرول سے باہر ہو چکی ہیں۔ پھر مجبوراً انہیں مار نہیں پیار والی پالیسی اپنے گھروں میں بھی اختیار کرنا پڑتی ہے اور تعلیمی اداروں میں بھی رائج کرنا پڑتی ہے۔ نام نہاد مسلمان جب ایسی پالیسیوں کو اسلامی ماحول میں جاری کرتے ہیں تو وہ فٹ نہیں بیٹھتیں۔ پھر مجبوراً اخبارات میں ”مار نہیں پیار والی پالیسی ناکام“ کی خبریں شائع کرنا پڑتی ہیں۔

جہاد کی اہمیت

مذکورہ بالا خوبیوں کی بنا پر اسلام ایک خود اعتماد (Self Confident) مذہب ہے اور یہ کسی قسم کے احساس کمتری کا شکار نہیں۔ اسلام کو یقین ہے کہ اس کے سوا تمام مذاہب نامکمل اور غیر معیاری ہیں۔ کوئی مانے یا نہ مانے بہر حال اسلام کامیاب ہے اور باقی تمام مذاہب ناکام ہیں۔ اسی لیے اللہ کریم نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے کہ **هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ** یعنی وہی اللہ ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ وہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے (فتح: ۲۸)۔

حق کے اسی غلبے کے حصول کی خاطر اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کی خاطر اسلام نے جہاد کی تعلیم دی ہے **لَتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا** یعنی جہاد اس لیے کرنا چاہیے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو (بخاری، مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۳۹)۔ اور چونکہ تمام غلط اور بد کردار لوگ، انسانیت کے لیے عذاب اور فتنہ ہیں لہذا فتنے کو ختم کر دینا ایسا ہی ہے جیسے سانپ، بچھو یا پاگل کتے کو مار دیا جائے۔ فتنہ ختم ہو جائے تو جہاد کی غرض و غایت بھی مکمل ہو جاتی ہے اور پھر ہم کسی پر تلوار نہیں اٹھاتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ** یعنی فتنہ ختم ہونے تک جہاد کرتے رہو (انفال: ۳۹)۔

اسلامی جہاد میں عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو مارنا منع ہے۔ اس لیے کہ یہ فتنہ نہیں پھیلا سکتے۔ لیکن اگر عورت کفار کی حکمران ہو تو اسے مارنا جائز ہے اس لیے کہ اب وہ فتنہ پھیلا رہی ہے۔ کوئی شخص عین میدان جنگ میں بھی اگر کلمہ پڑھ لے تو اسے گولی مارنے کی اجازت نہیں۔ کسی کو اسلام کی دعوت اور پیغام پہنچانے سے پہلے بھی اسے مارنے کی اجازت نہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایران والوں کے نام خط لکھا تھا جس میں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ ہم تمہیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ اگر تم انکار کرو تو پھر جزیہ ادا کرو اور ہمارے ماتحت ہو کر رہنا قبول کر لو اور اگر اس سے بھی انکار کرو گے تو پھر سن لو کہ میرے ہمراہ ایسی قوم ہے جنہیں اللہ کی راہ میں مرنا اتنا محبوب ہے جتنی اہل ایران کو شراب محبوب ہے (مشکوٰۃ صفحہ ۳۴۲)۔

اسلامی جہاد سے مکمل طور پر ملتا جلتا حکم آج بھی بائبل میں موجود ہے۔ بائبل کی کتاب استثناء باب نمبر ۲۰ میں احکام جنگ کی سرخی قائم کی گئی ہے اور پھر اس کے تحت لکھا ہے:

لشکر کے سردار اپنے لوگوں کو جنگ کے لیے تیار کریں۔ اور جب تو جنگ کرنے کے لیے کسی شہر کے نزدیک جائے تو پہلے اس سے صلح کی خواہش کر۔ اگر وہ صلح منظور کریں اور پھاٹک تیرے لیے کھول دیں تو جتنے لوگ جو اس میں رہتے ہیں وہ سب تیرے باجگزار ہوں گے اور تیری خدمت کریں گے۔ اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کریں۔ بلکہ تجھ سے جنگ شروع کر دیں۔ تب تو اس کا محاصرہ کر۔ اور خداوند تیرا خدا اس کو تیرے ہاتھ میں دے گا۔ اور تو سب مردوں کو تلوار کی دھار سے قتل کر۔ مگر عورتیں اور بچے اور چوپائے اور اس شہر کی سب لوٹ کو اپنے لیے لے۔ اور اپنے دشمن کی تمام غنیمت کو کھا جا،

جو خداوند تیرے تجھے دی ہے۔ اور اسی طرح تو ان سب شہروں سے کر جو تجھ سے بہت دور ہیں (استثناء ۲۰: ۹ تا ۱۵)۔

تورات کا یہ طویل اقتباس ذرا غور سے پڑھ لیجیے۔ اور اس کے بعد اس کا موازنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا خط کے ساتھ کیجیے جسے انہوں نے لشکر فارس کے سردار کی طرف لکھا تھا۔

آج تک پوری دنیا میں سب سے زیادہ دہشت گردی عیسائیوں نے کی ہے۔ دور کی باتیں چھوڑیے صرف پہلی جنگ عظیم میں تقریباً اڑھائی کروڑ انسان مارے گئے۔ دو کروڑ فوجی زخمی ہوئے۔ ایک کروڑ نے پناہ حاصل کی اور تیس لاکھ فوجی لاپتہ ہو گئے جنہیں بالآخر مقتول ہی سمجھ لیا گیا۔

دوسری جنگ عظیم میں ساڑھے تین کروڑ انسان قتل ہوئے۔ ہیروشیما اور ناگاساکی میں لاکھوں انسانوں کو ایٹم بم کے ذریعے اڑا کر رکھ دیا گیا۔ امریکہ اور ویت نام کی جنگ میں دس لاکھ انسان مارے گئے۔ ۱۸۶۱ء سے ۱۸۶۵ء تک جاری رہنے والی امریکی خانہ جنگی میں تقریباً ایک کروڑ انسان قتل ہوئے۔ چند سال قبل امریکہ نے عراق پر مجموعی طور پر دوسری جنگ عظیم سے بھی زیادہ بارود پھینکا۔

لہذا محض زبان سے انسان دوستی کا دم بھرنا بغل میں چھری منہ میں رام رام کے سوا کچھ نہیں۔

جہاد کے انکار کا پس منظر

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دعا مانگی تھی کہ مجھے محمد ﷺ کی زیارت کرا اور اس کی شریعت پر عمل کرنے کی توفیق دے (برنباس باب ۹۷ آیت ۱)۔

اللہ نے یہ دعا قبول فرمائی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی کریم ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضری دیں گے، سلام عرض کریں گے اور حضور ﷺ جواب دیں گے (مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۹۷)۔ پھر وہ اسلامی شریعت پر عمل کریں گے اور مسلمانوں کے امام کے پیچھے نماز پڑھیں گے (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۹۰، مسلم جلد ۱ صفحہ ۸۷)۔ دجال کو لد کے دروازے پر قتل کریں گے (مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۱)۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پائیں گے مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے اور وہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے پاس دفن ہوں گے (مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۴)۔

پچھلی صدی میں مرزا قادیانی نے اپنے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ یہ شخص اپنے اندر حضرت عیسیٰ علیہ السلام والے کمالات تو نہ دکھا سکا، نہ ہی سب لوگ اس پر ایمان لائے اور نہ ہی امن عامہ قائم کر سکا تا کہ جہاد کی ضرورت ہی باقی نہ رہتی۔ بلکہ الٹا کام بگڑ گیا اور اس کے آتے ہی پہلی جنگ عظیم، پھر دوسری جنگ عظیم، پھر ۶۵ کی جنگ، پھر ۷۱ کی جنگ اور اب امریکہ کے ہاتھوں دنیا بھر میں انسانوں کی تباہی معرض وقوع میں آئی جس کی مثال

اس کائنات میں کہیں نہیں ملتی۔ لیکن مرزا قادیانی نے محض تحریری فتوے کے ذریعے جہاد کو بند کرنے کا اعلان کر دیا۔ یہ ہے وہ اصل سبب جس کی وجہ سے قادیانی جہاد کے منکر ہیں۔ لیکن ہم قادیانیوں سمیت دنیا بھر کے لوگوں پر نبی کریم ﷺ کا یہ معجزہ واضح کر دینا چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”جہاد قیامت تک سرسبز و شاداب رہے گا، میرے بعد ایک گروہ مشرق سے نکلے گا جو کہے گا کہ اللہ کی راہ میں جہاد بند ہو چکا ہے، وہ لوگ جہنم کا ایندھن ہیں۔ حالانکہ اللہ کی راہ میں ایک دن کا جہاد ہزار غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے اور پوری دنیا کا صدقہ کر دینے سے بھی بہتر ہے (ابن عساکر، کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۳۲۸)۔

غور فرمائیے مدینہ شریف سے سیدھا مشرق میں قادیان واقع ہے۔ اور قادیانی جہاد کا انکار بھی سر عام کر رہے ہیں۔ ہم جہاد کے خلاف آواز اٹھانے والے تمام طبقات کو دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ ایک تو ہمارے نبی کریم ﷺ کی اس پیش گوئی کو پڑھ لینے کے بعد آپ ﷺ کی صداقت اور اسلام کی حقانیت پر ایمان لے آئیے۔ دوسرے نمبر پر جہاد کا انکار کرنے سے باز آ جائیے۔ اور جہاد کے منکرین کی اصلیت کو پہچان جائیے۔

جہاد کا طریقہ اور آداب

اسلامی جہاد کے حوالے سے آج کے دور کی ایک نہایت اہم بات یہ ہے کہ جہاد ہمیشہ اسلامی حکومت کی سربراہی میں ہوا کرتا ہے (مسلم، بخاری، مشکوٰۃ صفحہ ۳۱۸)۔

عوام الناس کا براہِ راست اپنے ہاتھوں میں اسلحہ لے کر جہاد کو نکل جانا بے شمار خطرات اور فسادات کو دعوت دیتا ہے۔ قتل کا بدلہ قتل، زانی کو سنگسار کرنا، اسلامی سزائیں نافذ کرنا اور مرتد کو قتل کرنا سب حکومت کے کام ہیں۔ حکومت اگر جہاد نہیں کرتی یا اسلامی احکام کو نافذ نہیں کرتی تو حکومت پر زور دیا جانا چاہیے۔ وفود، خطوط اور پرامن مظاہروں کے ذریعے پریشردا لنا چاہیے۔ پھر بھی حکومت اگر آمادہ نہ ہو تو آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے زکوٰۃ فرض ہے مگر غریب آدمی مجبور ہے اس پر زکوٰۃ کی عدم ادائیگی کا گناہ نہیں۔

یہ بھی واضح رہے کہ آج کل کی جہادی تنظیموں کو معرضِ وجود میں لانے والی خود حکومتِ وقت تھی۔ اُس وقت ان کی پشت پناہی خود حکومت کرتی تھی۔ بلکہ بعض تنظیموں کو روس کے خلاف خود امریکہ امداد دیتا رہا۔

ایسی صورتِ حال میں ان جہادی تنظیموں کو دہشت گرد قرار دینا سراسر نا انصافی اور مطلب پرستی ہے۔ اب اس کا واحد حل یہی ہے کہ حکومت خود جہاد کی ذمہ داری سنبھالے اور اسلامی غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے میدانِ عمل میں اترے۔ موت تو ایک دن آنی ہے مگر گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے۔

منافقانہ طریقہ واردات

ہر دور میں باطل قوتوں کا یہ وطیرہ اور رویہ رہا ہے کہ صاف لفظوں میں اسلام کی مخالفت کرنے کی بجائے

علماء اور مذہبی طبقے پر کیچڑ اچھالتے رہے ہیں۔ چنانچہ آج بھی امریکہ یہی کہہ رہا ہے کہ ہم اسلام کے مخالف نہیں، مولویوں کے خلاف ہیں۔ ظاہر ہے اسلام فضا میں لٹکی ہوئی کسی چیز کا نام تو نہیں۔ اسلام علماء و صلحاء کے سینوں میں موجود ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے قریب علم اٹھ جائے گا اور علم کسی ٹھوس شکل میں اوپر نہیں اٹھے گا بلکہ علماء کے ختم ہو جانے سے علم ختم ہو جائے گا (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۴۰، بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۰)۔

قادیانیوں کا طریقہ واردات بھی یہی ہے کہ آیت کا صاف انکار کرنے کی بجائے یوں کہتے ہیں کہ ہم آیت خاتم النبیین کو مانتے ہیں مگر اس کا وہ معنی نہیں مانتے جو مولوی کرتے ہیں۔ اس فراڈی طریقہ کے مطابق دنیا کا ہر کافر کہہ سکتا ہے کہ ہم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو مانتے ہیں مگر اس کا وہ معنی نہیں مانتے جو مولوی کرتے ہیں۔ بلکہ مرزا قادیانی نے تو کہہ بھی دیا تھا کہ محمد رسول اللہ میں صاف طور پر انہیں محمد اور رسول کہہ کر پکارا گیا ہے (مرزا قادیانی کی کتاب ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۴)۔ گویا مرزا قادیانی خود محمد رسول اللہ بن بیٹھے۔ مگر انہیں دکھ ہے کہ مولوی اس معنی کو نہیں مانتے۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بڑے پتے کی بات ارشاد فرمائی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یٰہْدِمُ الْإِسْلَامَ زَلَّةُ الْعَالِمِ وَجَدَالُ الْمُنَافِقِ بِالْكِتَابِ وَحُكْمِ الْأَئِمَّةِ الْمُضِلِّينَ یعنی اسلام کو تین چیزیں تباہ کر کے رکھ دیتی ہیں۔ ۱۔ عالم کا پھسل جانا۔ ۲۔ منافق کا قرآن پڑھ کر بحث کرنا۔ ۳۔ گمراہ حکمرانوں کی حکومت (مشکوٰۃ صفحہ ۷۷)۔

آج مسلمان کہلانے والے جو لوگ مغرب اور امریکہ کی زبان میں بات کر رہے ہیں یا ان کی تہذیب اور ثقافت سے مرعوب ہو چکے ہیں۔ ہم انہیں امریکہ کی دلالی سے توبہ کرنے کی نصیحت کرتے ہیں اور اللہ کریم کے سامنے جوابدہی کا خوف دلاتے ہیں۔

یاد رکھیے کہ کسی بھی علمی یا فنی موضوع پر اسی فن کے ماہرین کا مشورہ لائق ترجیح اور قابل عمل ہوتا ہے۔ کبھی کوئی شخص موچی سے بال نہیں کٹواتا اور لوہار سے زیور نہیں بنواتا۔ ملاح کو بل چلانا نہیں آتا اور کسان کو کشتی رانی نہیں آتی۔ میڈیکل کے شعبے میں ہر عضو انسانی کا ایک ماہر ڈاکٹر موجود ہوتا ہے اور وہ کبھی کسی دوسرے کے کیس کو ہاتھ نہیں ڈالتا۔ سیاسیات، معاشیات، ریاضی، تاریخ اور سائنس وغیرہ کے موضوعات پر جدا جدا ماہرین پائے جاتے ہیں اور وسیع القلب لوگ طلباء کو اپنے سے بہتر ماہرین کی طرف ریفر کر دیتے ہیں۔

اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر علماء کرام اسلامی تعلیمات کے ماہرین ہیں۔ علماء بہتر جانتے ہیں کہ اسلام اور کفر کی تعریف کیا ہے؟ وہ بہتر جانتے ہیں کہ اسلامی نصاب کو کس طرح مرتب کرنا چاہیے۔ وہ بہتر جانتے ہیں کہ اسلام میں عورتوں کے حقوق کیا ہیں؟ وہ بہتر جانتے ہیں کہ جہاد فرض ہے یا نہیں۔ جہاد اور دہشت گردی میں کیا فرق ہے؟ جب مکمل استحقاق کے باوجود علماء آپ کی پی ٹی پر یڈ، فرسودہ ڈسپلن اور سلوٹ بازی میں مداخلت نہیں کر

رہے تو آپ کو کیا حق حاصل ہے کہ شریعت اسلامیہ میں انگشت زنی کریں جس کی الف بے کا بھی آپ کو علم نہیں۔
میرے عزیز! ماہرین اسلام آپ کو بتا رہے ہیں کہ اللہ ایک ہے۔ حضرت محمد کریم ﷺ اللہ کے سچے اور
آخری نبی ہیں۔ اسلامی تعلیمات کی وہ تشریح جو علماء کرام نے کر دی ہے وہی حق ہے۔ جو تشریح امریکہ، یورپ اور آج
کی حکومتوں کے پالتو ڈاکٹر اور پروفیسر کر رہے ہیں وہ سب باطل ہیں اور بد نیتی پر مبنی ہیں۔ جہاد کا اسلامی تصور درست
ہے۔ درس نظامی کا نصاب نہایت مناسب اور چچا تلا نصاب ہے۔ اس میں وقت کی ضرورت کے مطابق اگر کوئی تبدیلی
لانا پڑے تو اس کے ماہرین ہر وقت موجود ہیں۔ جدت پسندی کے نام پر میرا تھن ریس کرانا، فحاشی اور عریانی پھیلانا
ظلم ہے۔ تحفظ حقوق نسواں کے بہانے اسلامی قوانین کو مسترد کرنا دین پر ظلم کے ساتھ ساتھ خود اپنی جان پر بھی ظلم
ہے۔ پتنگ بازی کی اجازت قوم کے بچوں کی زندگیوں کے ساتھ کھیلنا ہے۔

نماز پڑھو، رمضان کے روزے رکھو، دولت ہے تو زکوٰۃ ادا کرو، توفیق ہے تو حج کرو، کثرت سے اللہ کا
ذکر کرو، اللہ کے حبیب ﷺ پر کثرت سے درود پڑھو، قرآن کی تلاوت کرو، گناہوں پر استغفار کرو، موت کو یاد رکھو، ہاں
ہاں تم نے بال آ خر مرجانا ہے۔ آگے جا کر یہی چیزیں کام دیں گی۔

قوم کی بہنو! پردہ، شرم اور حیا کو اپنا زیور بنالو۔ دنیا پر ثابت کر دو کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام
لیو اکس سیرت و کردار کے مالک ہوا کرتے ہیں۔ اللہ کریم آپ کو ہمت و استقامت عطا فرمائے۔ حالات کا مقابلہ
کرنے اور آڑے وقت میں اسلام سے وفا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یاد رکھیے دین اسلام پر عمل پیرا ہونے والوں کو انتہا پسند اور دہشت گرد کہنے والے خود اپنی من پسند ذہنیت
کو لوگوں پر ٹھونسنے میں انتہا پسندی اور دہشت گردی سے کام لے رہے ہیں اور یہ دور انشاء العزیز تاریخ میں دہشت
گرد اور انتہا پسند حکومتوں کے دور کے نام سے یاد کیا جائے گا اور اس دہشت گردی کا مرکز امریکہ مانا جائے گا۔

صوفیائے کرام کی تعلیمات

امریکہ کا طریقہ واردات یہ ہے کہ شروع شروع میں یہ خود جہادی تنظیموں کو پسند کرتا رہا اور انکو امداد فراہم کرتا
رہا۔ عراق کے خلاف سعودی عرب اور کویت کو استعمال کرتا رہا اور آج اپنی کسی خاص مصلحت کے تحت تصوف کی تعلیمات
کو پسند کر رہا ہے۔ اس سے کلمہ گو مادہ پرستوں کو تصوف اور روحانیت کے خلاف واویلا کرنے کا خوب موقع ملا ہے۔

دوسری طرف آج کل میڈیا پر یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ صوفیاء کرام معاذ اللہ بین المذاہب ہم آہنگی اور لبرل
ازم کے علمبردار تھے۔ اس مشن کو پروان چڑھانے کے لیے کچھ ابن الوقت قسم کے لوگوں کو خریدا بھی جا چکا ہے اور مزید کچھ
نہیں توٹی وی فنکار اور ڈرامہ نویس حضرات کو ہی صوفیاء بنا کر عوام کے سامنے کیا جا رہا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ
یہ لوگ چند مجذوب اور بعض غیر ذمہ دار حضرات کے شاعرانہ کلام کو تصوف کی اصل تعلیمات بنا کر لوگوں
کے سامنے گانا اور لاپنا شروع ہو چکے ہیں۔

مگر ہم نہایت ذمہ دار اور عظیم المرتبت صوفیاء کا کردار آپ کے سامنے رکھتے ہیں جن کا تصوف کائنات پست و بالا میں مسلم ہے۔ یہ کوئی مست یا مست وار نہیں بلکہ ذی ہوش اور ذمہ دار اولیاء کاملین ہیں۔

چنانچہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی علم کلام پر تحقیقات اہل علم سے مخفی نہیں۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں شریعت پر سخت زور دیا ہے، کم ظرف اور غیر ذمہ دار لوگوں کی سخت تردید کی ہے اور اپنی کتاب کا آغاز علم کے باب سے کیا ہے۔ اس کتاب میں اکثر روایات بخاری شریف سے لی گئی ہیں۔

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں شرعی علوم کے دریا بہا دیے ہیں۔ بد مذہب لوگوں اور باطل فرقوں کا نام لے لے کر اور سرخیاں قائم کر کے رو فرمایا ہے۔ نیز آپ کا بادشاہ وقت کو سرزنش فرمانا آپ کی سوانح حیات کی کتب میں صراحتاً مذکور ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ نے نوے لاکھ ہندوؤں کو کلمہ پڑھایا۔ اگر ان کے نزدیک کفر اور اسلام میں کوئی فرق نہیں تھا تو پھر کسی کو مسلمان کرنے اور کلمہ پڑھانے کا کیا مطلب؟ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اکبر بادشاہ سے ٹکری اور اس کے گھڑے ہوئے دین الہی کی سرعام مخالفت کی۔ آپ نے روافض کے رد میں ایک مستقل کتاب بھی لکھی۔

حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف سبع سنابل میں بار بار عقیدہ اہل سنت کی حقانیت پر زور دیتے ہیں بلکہ پہلا باب ہی عقیدوں اور مذہبوں کے موضوع پر مرتب فرمایا ہے اور اہل بدعت روافض کی تباہی کر کے رکھ دی ہے۔ ایک جگہ پر لکھتے ہیں

پیر کے لیے ضروری ہے کہ اس کے عقیدے درست ہوں، اس کا مذہب اہل سنت و جماعت ہو اور وہ متعصب اور پکاسنی ہو۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے بہتر فرقوں سے دور رہنے اور قرآن، حدیث اور صحابہ کرام کے طریقے پر کار بند رہنے والے گروہ کو نجات پانے والا گروہ قرار دیا ہے (سبع سنابل صفحہ ۱۱۶)۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے برصغیر کی سیاست میں نمایاں کردار ادا کیا۔ احمد شاہ ابدالی کو افغانستان میں خط لکھا کہ ہندوستان پر حملہ کر دو۔

پیر پگارا حضرت صبغۃ اللہ شاہ صاحب راشدی قدس سرہ نے انگریز کے خلاف خرمجاہدین کھڑے کر دیے اور بالآخر انگریز ہی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کا مقابلہ کیا۔ اس کے مناظرے کے چیلنج کو قبول فرمایا اور قادیانیوں کے خلاف شمس الہدایہ اور سیف چشتیائی جیسی بے مثال کتابیں لکھیں۔ خوارج و روافض کی کھل کر تردید فرمائی بلکہ ان موضوعات پر مستقل کتابیں لکھیں۔

پاکستان بنانے میں حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب، حضرت پیر سائیں محمد قاسم مشوری، پیر صاحب

مانگی شریف، میرا شریف، زکوڑی شریف، سیال شریف، بھرچونڈی شریف وغیرہم علیہم الرحمۃ نے آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں شمولیت فرمائی اور پاکستان مسلم لیگ کا ساتھ دینے کا اعلان کیا۔

ہمارے شیخ کریم قطب الاقطاب حضرت پیرسائیں محمد قاسم مشوری قدس سرہ نے لاڑکانہ میں بھٹو کے مقابلہ پر الیکشن لڑنے کا اعلان کر دیا اور باطل کے رد میں ہر موضوع پر قلم اٹھایا۔ آپ کی تصانیف میں فتاویٰ قاسمیہ، معلم الفرائض، اوضح البیان (روافض کے رد میں) اور الہینات الواضحات (خوارج کے رد میں) اہم کتابیں ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمرالدین سیالوی قدس سرہ جمعیت علماء پاکستان کے صدر منتخب ہو گئے۔ روافض اور خوارج کے رد میں کتابیں لکھیں۔ آپ کی کتاب مذہب شیعہ ایک نہایت محققانہ کتاب ہے۔

افغانستان میں نقشبندی سلسلے کے صوفیاء خانقاہوں سے نکلے اور روس کو تہہ وبالا کر کے دکھا دیا۔ یہ محض چند مثالیں ہیں جو ہم نے پیش کیں، ورنہ اس موضوع پر اگر لکھنے بیٹھا جائے تو دفتروں کے دفتر تیار ہو سکتے ہیں۔

آج بھی پاک و ہند میں اہم ترین دینی مدارس انہی صوفیاء کے آستانوں پر قائم ہیں۔ لہذا صوفیاء کرام علیہم الرضوان پر بے حسی، شرعی معاملات میں عدم دلچسپی اور صلح کلی کا الزام نہیں لگایا جاسکتا۔ میڈیا پر واویلا کرنے والے امریکہ کے زر خرید افراد کی الزام تراشیاں کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔ ایسے لوگ ہر زمانے میں خریدے جاتے رہے ہیں۔ اکبر بادشاہ نے بھی ایسے ہی لوگوں کو خرید لیا تھا اور یہ دھندا آج بھی جاری و ساری ہے۔

بین المذاہب ہم آہنگی کا فریب

یارانِ نکتہ دان سمجھ لیں کہ غیر مسلموں سے اتحاد کی صرف وہی صورت جائز ہے جس کے نتیجے میں مسلمانوں کے بنیادی عقائد اور مفاد پر ضرب نہ لگتی ہو۔ اور اس اتحاد کا سراسر فائدہ Credit مسلمانوں کو جاتا ہو۔ قرآن نے یہود و نصاریٰ کو لا الہ الا اللہ پر متحد ہونے کی دعوت دی ہے اور ظاہر ہے خدا کے بیٹے ماننے والوں کے لیے لا الہ الا اللہ پر اتحاد کی پیشکش ان کے مذاہب پر ضرب کاری ہے اور اسلام کے لیے سراسر فائدہ مند ہے۔ قرآن کے اصل الفاظ یہ ہیں:

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

یعنی اے اہل کتاب، اس کلمے کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اللہ کا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں اور کوئی کسی کو اللہ کے سوا رب نہ مانے، پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں تو کہو کہ گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں (آل عمران: ۶۴)۔

اس آیت میں نہایت حکیمانہ طریقے سے اہل کتاب کو لا الہ الا اللہ کی طرف دعوت دی گئی ہے۔ اور اگر وہ

مسلمانوں کی تجویز کردہ قدر مشترک پر متفق نہ ہوں تو مسلمانوں کو ڈنگے کی چوٹ اسلام پر ڈٹے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کے برعکس آج جس بین المذاہب ہم آہنگی کی بات کی جا رہی ہے یہ مسلم ممالک میں غیر مسلم اقلیتوں کو پروان چڑھانے کی مغربی سازش ہے جس کا سراسر فائدہ غیر مسلموں کو جا رہا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ہر قل بادشاہ کو ایک تبلیغی خط لکھا تھا جس میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ، سَلَامٌ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدَاعِيَةِ الْإِسْلَامِ، أَسْلِمْ تَسْلِمًا وَاسْلِمْ يَوْتَكَ اللَّهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ، وَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ أَثْمُ الْأَرِيسِيِّينَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَابْنُ خَارِ

ترجمہ:- بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ خط محمد رسول اللہ کی طرف سے روم کے بادشاہ ہرقل کی طرف لکھا جا رہا ہے۔ سلام ہو اس پر جس نے ہدایت کو تسلیم کیا۔ اس کے بعد میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لے آؤ، سلامتی حاصل کر لو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا دوہرا اجر دے گا۔ اور آپ نے انکار کر دیا تو پوری قوم کے گناہ کے ذمہ دار آپ ہوں گے۔ اے اہل کتاب، اس کلمے کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اللہ کا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں اور کوئی کسی کو اللہ کے سوا رب نہ مانے، پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں تو کہو کہ گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں (بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۵۴، مسلم جلد ۲ صفحہ ۹۸، المستند صفحہ ۲۳۴)۔

دوسری طرف کفار سے دوستی اور محبت رکھنے کی سخت ممانعت وارد ہے۔ قرآن میں بار بار یہ حکم دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کی بجائے غیر مسلموں کو اپنا دوست مت بناؤ (آل عمران: ۲۸، النس آء: ۱۳۴، المائدہ: ۵۱، الممتحنہ: ۱)۔ ایک اور جگہ فرمایا ظالموں کی طرف مائل بھی مت ہونا ورنہ تمہیں بھی آگ لگ جائے گی (ہود: ۱۱۳)۔ یہاں تک سخت احکام دیے گئے ہیں کہ فرمایا جو شخص یہود و نصاریٰ سے دوستی رکھے گا وہ انہیں میں سے ہوگا (المائدہ: ۵۱)۔

اندرونی فتنے اور ان کی اصلاح

(۱)۔ زعمی مجددین کی لغزشیں

(۱)۔ بعض دوستوں نے دوسروں کو پرانے اختلافات کو ختم کرنے کی نصیحت کی مگر خود نئے

اختلافات چھیڑ کر بیٹھ گئے اور امت کی اکثریت کی مخالفت مول لے لی۔

(ب)۔ بعض جماعتوں کو کسی ایک موضوع کا خبط سوار ہوا مثلاً سیاست اور انقلاب کا خبط۔ ایسے لوگوں نے قرآن کی ہر آیت کو مروڑ توڑ کر اس سے سیاست اور انقلاب ثابت کر ڈالا۔

(ج)۔ مخصوص لوگوں کا رد کرتے کرتے اسی تردیدی ماحول میں رہنے والوں کو دنیا کا سب سے بڑا فتنہ وہی نظر آیا جس کی وہ دن رات تردید کرتے رہتے تھے۔ ایسے لوگوں کو کبھی دجال سر پر کھڑا نظر آنے لگا اور کبھی آسمان سے پتھر برسنے کا اندیشہ لاحق ہوا۔ ایسے میں انہوں نے بوکھلا کر جو قدم بھی اٹھایا وہی ان کے مشن کی تباہی کا سبب بنا۔

(د)۔ چالیس سال سے کم عمر کے لوگوں نے تجدیدی کام کا آغاز کیا تو ان کی یہ لیڈر شپ امارتِ صبیان کے مترادف ثابت ہوئی۔

(ه)۔ ان لوگوں کو وسیع القلب بننے کے شوق نے مختلف لوگوں کے لٹریچر اور احوال کا مطالعہ کرنے پر مجبور کیا لیکن وہ اس کی تاب نہ لا سکے۔ پھر وہ مختلف نظریات کے لوگوں کے پاس جا جا کر بیٹھے بھی رہے حتیٰ کہ بعض اوقات ان کی شاگردی بھی اختیار کر لی اور بمطابق حدیث شریف **الْمَرْءُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ** وہ صحبت ان پر اپنا اثر چھوڑ گئی۔ یہ لوگ اغیار کے اسٹیج پر جا جا کر تقاریر کرتے رہے۔ بعض لوگ مختلف ذہنوں کے شاعروں کے ساتھ مل کر شاعری کرتے رہے۔ اب وہ ان کی صحبت بد سے متاثر بھی ہو چکے ہیں اور تسلیم بھی نہیں کرتے۔

(و)۔ مذاہبِ اربعہ کا اختلاف اردو میں اور آسان زبانوں میں لکھ دیا گیا اور تفسیر کبیر جیسی کتب کے اردو ترجمے کر دیے گئے جس سے ہر کس و نا کس مجتہد بن بیٹھنا۔

(ز)۔ ایم اے اسلامیات اور PHD ہونے سے بھی جاہل لوگوں کو ماسٹر اور ڈاکٹر ہونے کا زعم پیدا ہوا اور وہ اسلام میں انگشت زنی (Fingering) اپنا حق سمجھنے لگے۔

(ح)۔ سہولت پسند لوگ جن کے دماغ میں سہولت پسندی کے ساتھ ساتھ عدم تربیت کی وجہ سے کچھ فتور بھی موجود تھا، وسیع فقہی مواد سے جان چھڑا کر صرف قرآن و حدیث کا نعرہ لگانے لگے اور جو ان سے زیادہ سہولت پسند اور فتوری تھا اس نے حدیث کا بھی انکار کر دیا اور صرف قرآن تک اسلام کو محدود کر لیا۔ حالانکہ فقہاء دوسروں کی نسبت حدیث کو بہتر طور پر سمجھتے ہیں اور حدیث کو جاننے والے دوسروں کی نسبت قرآن کو بہتر طور پر سمجھتے ہیں۔

خواہ کوئی فقہاء یا اجماع کا انکار کرے یا حدیث کا انکار کرے، ان دونوں کے دماغ میں ایک ہی کیڑا موجود ہوتا ہے۔ ایسے لوگ اکثر کہا کرتے ہیں کہ میں حدیث کے مقابلے پر فقیہ کا قول نہیں مانتا، یا میں قرآن کے مقابلے پر حدیث کو نہیں مانتا۔ ان کی یہ بات **كَلِمَةُ الْحَقِّ يَرَاذِبُهَا الْبَاطِلُ** کا مصداق ہوتی ہے۔ ایسے لوگ یہ فراڈ بھی کرتے ہیں کہ منکر حدیث ہونے کے باوجود خود کو حدیث کا قائل کہتے ہیں اور منکر تقلید ہونے کے باوجود خود کو حنفی اور سنی کہتے ہیں۔ ان لوگوں کو **هُمْ رِجَالٌ وَنَحْنُ رِجَالٌ** سے سخت دھوکا ہوا ہے اور انہوں نے اجماع کی اہمیت اور سوادِ اعظم کے لزوم اور تقلید کی مصلحت سے صرف نظر کرتے ہوئے ان چیزوں کو محدودیت سے تعبیر کر دیا اور

یوں کہنے لگے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سوا کسی کو تنقید سے بالاتر نہیں سمجھتے اور یوں صدیق اکبر، مولا علی اور تمام اولیاء علماء و مشائخ ان کی تنقید کی زد میں آ گئے اور تحقیق کی آڑ میں بے ادبی کا دروازہ کھل گیا۔

ایسے لوگوں نے جب دین کے وسیع و ستر خوان کو اپنی محدود عینک سے دیکھا تو اپنے اکابر کے کارہائے نمایاں پر تنقید شروع کر دی اور یہاں تک کہہ دیا کہ انہوں نے آج تک کچھ نہیں کیا۔ ان کی یہ بات تکبر اور خود پسندی سے لبریز ہونے کے علاوہ اپنے اکابر کی بددعا کا سبب بنی اور وہ اپنے ہی پیدا کیے ہوئے حالات میں الجھ کر رہ گئے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب لوگ اپنے ہی پیش رووں پر لعنت کریں تو پھر سرخ آندھی کا انتظار کرو (ترمذی، المستند صفحہ ۶۷)۔

(ط)۔ بدتمیز تقابلی مطالعہ نے روسو، میکا ولی، جین بودین، لینن اور سٹالن وغیرہ کی فہرست میں ہی مسلمان علماء و مشائخ علیہم الرضوان کے ناموں کو ٹانک دیا اور امام غزالی، حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت امام رازی علیہم الرحمہ کے لیے روسو اور میکا ولی کی طرح صرف رازی اور غزالی جیسے روکھے الفاظ استعمال کرنا سکھا دیا۔ یہ بات شاید کسی مغرب زدہ کو سطحی اور غیر ضروری محسوس ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ ادب کا تعلیم و تربیت میں بہت بڑا کردار ہے۔ حسن ادب ہی ماں باپ کی طرف سے اولاد کے لیے بہترین تحفہ ہے۔

اس کے علاوہ جو لوگ داڑھی رکھے بغیر دین پڑھاتے ہیں، میز کرسی پر بیٹھ کر سبق دیتے ہیں، پتلون اور ٹائی لگا کر دینیات کا درس دیتے ہیں ان کی تدریس میں نہ برکت ہو سکتی ہے اور نہ روحانیت۔ اتنا ہم بھی سمجھتے ہیں کہ بظاہر ان میں بعض باتیں محض معمولی نوعیت کی ہیں لیکن شیطان بھی تو سب سے پہلے چھوٹی غلطی ہی کراتا ہے۔ ایسے لوگ تصوف پر بہترین لیکچر تو دے سکتے ہیں اور اس کے فصیح و بلیغ فلسفے تو بیان کر سکتے ہیں مگر خود اس کی برکات سے مستفید نہیں ہو سکتے۔

چھوٹی داڑھی رکھنے والے حضرات کو ہم چیکنج کے طور پر ایک پیشکش کرتے ہیں۔ آپ کم از کم ایک مٹھی داڑھی رکھ لیجیے۔ آپ میں تواضع، حلم اور رقاق پیدا ہو جائے گا۔ یہ تینوں چیزیں دوبارہ پڑھ لیجیے۔ تواضع، حلم، رقاق۔ اگر پہلے سے یہ چیزیں کسی حد تک موجود ہیں تو ان میں اضافہ ہو جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز و بفضلہ

(ی)۔ جب سے مسلمانوں نے اپنی تحریکوں اور تنظیموں کے نام رکھنا شروع کر دیئے ہیں۔ فتنے، فرقہ پرستی، تعصب اور مقابلے نے زور پکڑ لیا ہے۔ یہ بدعت تقریباً چودھویں صدی میں شروع ہوئی۔

(ک)۔ بڑی بڑی صلاحیتوں کے مالک علماء نے جب سو فیصد اپنی مرضی کے مطابق کوئی تحریک نہ پائی تو مجبوراً کسی ناقص تحریک میں شامل ہو کر فرض کفایہ ادا کرتے رہنے پر آمادہ ہو گئے۔ یوں بڑے بڑے خناسوں کے ماتحت بڑے بڑے جلیل القدر اور مخلص لوگ کام کرنے لگ گئے اور ان خناسوں کی شان و شوکت کو چار چاند لگ گئے۔ یوں اصحاب صلاحیت کی تمام تر صلاحیتیں دبی کی دبی رہ گئیں۔ بقول سید وارث شاہ صاحب علیہ الرحمہ

گن ماڑیاں دے سبلے رہن وچے

ان اہل صلاحیت ارباب کے اپنے پاس اسباب نہیں ہوتے لیکن جب وہ کسی دوسرے کے ساتھ مل کر اس کے ماتحت ہو کر کام کرتے ہیں تو وہ اس نالائق پر مکمل اعتماد بھی نہیں کر پاتے۔ اس لیے کہ اس کا کچھ پتہ نہیں وہ کب اپنے ذاتی اور ناجائز مقاصد کے لیے کیا قدم اٹھا بیٹھے اور یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ وہ کب کسی دوسری طاقت کے سامنے سستے داموں بک جائے۔

(ل)۔ بعض لوگ اپنی محدود معلومات کی روشنی میں ایک زبردست مضمون ترتیب دے لیتے ہیں جو بے شمار شرعی دلائل کے ساتھ متصادم ہوتا ہے۔ اور اپنی چرب زبانی کے بل بوتے پر اس موضوع پر نہایت فصیح و بلیغ تقریر جھاڑ دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عوام میں خوب بے بے ہو جاتی ہے جب کہ اہل علم اپنا سر پکڑ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ حبیب کریم رحمہ اللہ نے فرمایا اِنَّ اَخَوْفَ مَا اَخَافُ عَلَى اَمَّتِي كُلِّ مُنَافِقٍ عَلِيمٍ اللِّسَانِ یعنی مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خوف ان منافقوں کا ہے جو چرب زبان اور فصیح البیان ہوں گے (مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۲۸)۔

(2) جاہل خطیب

جو محض اپنی سریلی آواز کی بنا پر مسجد سنبھال کر بیٹھ جاتے ہیں۔ انہوں نے پہلے سے کچھ پڑھا نہیں ہوتا اور آئندہ کسی کے پاس اس لیے نہیں پڑھتے کہ مقتدیوں کے سامنے ان کی سبکی نہ ہو اور اگر کوئی عالم ان خدا کے بندوں کی اصلاح کرے تو وہ انہیں دشمن نظر آتا ہے۔

اللہ کریم جل شانہ ارشاد فرماتا ہے يُحِبُّونَ اَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا یعنی انہوں نے جو کارنامہ سرانجام نہیں دیا اس پر بھی اپنی تعریف کروانا چاہتے ہیں (آل عمران: ۱۸۸)۔ اس آیت شریفہ کی تفسیر میں حضرت عکرمہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں يَفْرَحُوْنَ بِاَضْلَالِهِمُ النَّاسَ وَ يَنْسَبَتِ النَّاسَ اِيَّاهُمْ اِلَى الْعِلْمِ وَلَيْسُوْا بِاَهْلِ الْعِلْمِ یعنی لوگوں کو گمراہ کرنے پر خوش ہوتے ہیں اور اس پر بھی خوش ہوتے ہیں کہ لوگ انہیں عالم کہیں حالانکہ یہ عالم نہیں ہیں (تفسیر بغوی جلد ۱ صفحہ ۳۸۴)۔

محبوب کریم رؤف و رحیم رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح قبض کرے گا کہ علماء ختم ہو جائیں گے، لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنالیں گے، ان سے سوال پوچھے جائیں گے، وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ اَتَّخَذَ النَّاسُ رِئْیَ وُسَاْجِهًا لَا فَرْسَلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا (بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۰، مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۴۰)۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ یَقْلُ الْعُلَمَاءُ وَيَكْثُرُ الْخُطَبَاءُ یعنی علماء کم ہو جائیں گے اور خطیب کثرت سے ہوں گے (مسند احمد)۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا طریقہ یہ تھا کہ جاہل خطیبوں کو مساجد سے نکال دیا کرتے تھے۔ مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم جب بصرہ میں تشریف لے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ تمام مساجد میں جا کر خطیبوں کا امتحان لیا اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے سوا سب کو فیل کر دیا اور ان کے منبر توڑ کر باہر پھینک دینے کا حکم دیا (تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۱۳)۔ ایک مرتبہ ایک شخص مولیٰ علی کی موجودگی میں وعظ کرنے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کیا تم نسخ و منسوخ کا علم جانتے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ، تم تقریر کے ذریعے لوگوں کو بتانا چاہتے ہو کہ فلاں ابن فلاں ہوں؟

اس پر پوری امت کا اجماع ہے کہ جاہل کا وعظ کرنا حرام ہے۔ فاضل بریلوی حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ رضویہ میں بار بار جاہل کی وعظ گوئی کو حرام لکھا ہے اور اس پر دلائل دیے ہیں اور فرمایا ہے کہ جاہل خطیب جتنا فائدہ کرتا ہے اس سے زیادہ نقصان کرتا ہے (ملاحظہ ہو فتاویٰ رضویہ جلد ۱۰ کتاب الجمل والاباحۃ متعدد مقامات)۔

(3) پیشہ ورنعت خوان

نعت لکھنا اور نعت پڑھنا ایک عظیم کار خیر ہے۔ اہل سنت نے ہر دور میں اور ہر زبان میں نعتیں لکھی ہیں اور محبوب کریم ﷺ کی غلامی کا حق ادا کرنے کی مکمل کوشش کی ہے۔ الحمد للہ فقیر راقم الحروف نے آٹھ مختلف زبانوں میں حبیب کریم ﷺ کی نعت لکھی ہے اور ایک نعت ایسی بھی ہے جس پر کوئی نقطہ نہیں آتا۔ اس حقیقت کا اظہار ہم اس لیے کر رہے ہیں کہ کوئی بد نیت ہمیں نعت کا منکر نہ کہہ سکے۔

مگر افسوس کہ آج کل کے بعض پیشہ ورنعت خوانوں نے نعت خوانی کی مقدس محافل کو تھیٹر میں بدل کر رکھ دیا ہے۔ ان محافل میں کسی عالم دین کو تقریر کے لیے نہیں بلایا جاتا بلکہ صرف جاہل سٹیج سیکرٹری کو اوٹ پٹانگ اور خلاف شرع اشعار سنانے پر لگا دیا جاتا ہے اور پیشہ ورنعت خوانوں کے ذریعے دھمال مروائی جاتی ہے۔

نعت خوان دوستوں سے درخواست ہے کہ اپنی نعتیں علماء کرام کے پاس جا کر صحیح کرالیا کریں۔ بعض نعت خوان غلط اور خلاف شرع بلکہ غلط عقائد پر مبنی نعتیں اور کلام پڑھ ڈالتے ہیں۔ پھر لوگ ایسے کلام پر اعتراض کرتے ہیں تو علماء کو جواب دینا پڑتا ہے۔ لہذا پہلے ہی علماء کو اپنا کلام دکھا کر درست کرالینا اور محفل نعت میں کسی نہ کسی معتبر عالم سے تقریر کرانا، اس غلطی کی اصلاح کا بہترین طریقہ ہے۔

نعت پڑھنے کی قیمت طے کر لینا ناجائز ہے اور اخلاص و محبت کے بھی منافی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے بعد ایسی قوم پیدا ہوگی جو اپنی زبان سے اس طرح کھائے گی جیسے گائے اپنی زبان سے کھاتی ہے (احمد، مشکوٰۃ صفحہ ۴۱۰)۔ یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کے باب البیان والشعر میں بیان ہوئی ہے یعنی گفتگو اور شاعری کا باب۔

نعت خوانی کی اجرت کے طور پر محض کھانا کھانے سے بھی علماء نے لَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا پڑھ کر منع فرمایا ہے (ملاحظہ ہو فتاویٰ رضویہ جلد ۱۰ حصہ دوم صفحہ ۱۷۵)۔

نعت خوان پر ٹوٹ نچھاور کرنا ایک غیر سنجیدہ اور نازیبا حرکت ہے جو صوفیانہ متانت کے سراسر منافی ہے۔ عمرے کی ٹکٹ کا لالچ دینا اور اس کی غرض سے محفل میں رش کرنا اخلاص کے منافی ہے۔

نعت شریف کو گانے کی طرز پر پڑھنا بھی سخت قبیح ہے اور محفل نعت کو تھیٹر میں تبدیل کرنے کے مترادف ہے۔ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا عشقیہ طرز سے بچنا تم پر لازم ہے (مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۱)۔

نعت شریف کو ڈھول یا دف کے ساتھ پڑھنا بھی ناجائز ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے میرے رب نے دف توڑ دینے کا حکم دیا ہے (مسند احمد، مشکوٰۃ صفحہ ۳۱۸)۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دف حرام ہے، موسیقی کے تمام آلات حرام ہیں، طبل حرام ہے اور بانسری حرام ہے (سنن کبریٰ للبیہقی جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۲)۔

نعت خوان کا اپنے پیچھے گویوں اور سوزیوں کی ٹیم بٹھالینا جو اللہ تعالیٰ جل شانہ کا اسم گرامی بگاڑ بگاڑ کر اس کی تکرار کرتے رہتے ہیں، سخت ناجائز ہے اور اللہ کریم کا نام بگاڑنا حرام ہے۔ دراصل یہ لوگ اللہ کے نام کے ذریعے ڈھول کی آواز پیدا کر رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح لاؤڈ اسپیکر یا ساؤنڈ سسٹم کی گونج (Echo) اس طریقے سے کھولنا کہ ڈھول جیسا ردھم پیدا ہو جائے، ناجائز ہے اور ڈھول ہی کے مترادف ہے۔

ان باتوں کی اصلاح ہو جائے تو نعت خوانی بلاشبہ ایک پسندیدہ امر ہے۔

(4) تفضیلی فتنہ

جاہل خطیب، کم عقل اور بد عقیدہ نعت نویس اور پیشہ ور نعت خوان اپنی محافل میں علی علی کچھ اس انداز سے کرنا شروع ہو چکے ہیں کہ دانستہ یا نادانستہ طور پر مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خلفائے ثلاثہ پر فضیلت دی جا رہی ہوتی ہے۔ یہ لوگ خوارج کی تردید اور مخالفت کرتے کرتے اس قدر غالی ہو چکے ہیں کہ روافض کی راہ پر چل نکلے ہیں اور بعض نعت خوان تو ہوتے ہی رافضی ہیں مگر سادہ لوح عوام ان باتوں کو نہیں سمجھتے اور پیشہ ور نعت خوانوں پر نوٹوں کی برسات کرتے رہتے ہیں۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق ہیں، پھر حضرت عمر فاروق، پھر حضرت عثمان غنی اور پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔ اس موضوع پر ہم اہل بیت اطہار اور خصوصاً سیدنا علی المرتضیٰ ﷺ کے ارشادات و مرویات اور ان کا عقیدہ بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

حضرت مولیٰ علی ﷺ کے شہزادے سیدنا امام محمد بن حنفیہ سے مروی ہے قُلْتُ لَا بِيْ اَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ

بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَبُو بَكْرٍ، قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ عُمَرُ يَعْنِي فِي نَفْسِي وَالِدَ مَا جَدَّ عَلَيَّ كَرَمَ اللَّهِ تَعَالَى وَجْهَهُ
سَ عَرَضَ كَيْفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَيْفَ بَعْدَ سَبِّ آدَمِيِّينَ فِي بَهْتَرِ كَوْنٍ هُوَ فَرَمَا يَأْبُو بَكْرٍ، فِي نَفْسِي عَرَضَ كَيْفَ يَأْبُو بَكْرٍ
اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۱۸)۔

سیدنا علی المرتضیٰؑ فرماتے ہیں کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے دانے کو پھاڑ کر پودا نکالا اور ایک ذرے (مالیکیول) سے انسان کو پیدا کیا، اگر رسول اللہ ﷺ نے مجھے خلیفہ مقرر کیا ہوتا تو میں آپ کے فرمان کی خاطر جہاد کرتا۔ اگر میرے پاس تلوار نہ ہوتی تو اپنی چادر سے ہی مخالفین پر حملہ کر دیتا اور ابو بکر کو منبر رسول ﷺ کی ایک سیڑھی بھی نہ چڑھنے دیتا۔ لیکن آپ ﷺ نے میرے مرتبے اور ابو بکر کے مرتبے کو خوب سمجھ کر فیصلہ دیا اور فرمایا ابو بکر کھڑے ہو جاؤ اور لوگوں کو نماز پڑھاؤ۔ آپ نے مجھے نماز پڑھانے کا حکم نہیں دیا، لہذا رسول اللہ ﷺ جس شخص کو ہمارا دینی لیڈر بنانے پر راضی ہیں ہم اسے اپنا دنیاوی لیڈر بنانے پر کیوں نہ راضی ہوں (صواعقِ محرقہ صفحہ ۶۲)۔

حضرت مولیٰ علیؑ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابو بکر اور عمر، نبیوں اور رسولوں کے سوا جنت کے تمام بوڑھوں کے سردار ہیں خواہ اگلے ہوں یا پچھلے (ابن ماجہ صفحہ ۱۰)۔

حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں: لَا أَجِدُ أَحَدًا فَضَّلَنِي عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ إِلَّا جَلَدَتْهُ حَدَّ الْمُفْتَرِيِّ یعنی میں نے جسے پایا کہ مجھے ابو بکر و عمر سے افضل کہتا ہے۔ اسے الزام تراشی کی سزا کے طور پر اسی کوڑے ماروں گا (دارقطنی، صواعق محرقہ صفحہ ۶۰)۔

محدث عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کو سیدنا علی المرتضیٰ ؑ سے بہت محبت تھی۔ لیکن چونکہ خود مولا علی نے ابوبکر اور عمر کو اپنے سے افضل قرار دیا ہے لہذا فرماتے تھے کہ میری اس سے بڑھ کر بد بختی کیا ہوگی کہ علی کی محبت کا دعویٰ بھی کروں اور علی کا کہنا بھی نہ مانوں (صواعق محرقة صفحہ ۶۲)۔

حضرت سیدنا امام زین العابدین ؑ سے کسی نے پوچھا کہ مَا كَانَ مَنْزِلَةُ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ مَنْزِلُهُمَا السَّاعَةُ وَهُمَا ضَجِيْعَاهُ یعنی ابو بکر اور عمر کا مرتبہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں کیا تھا؟ فرمایا جو مرتبہ ان کا آب ہے کہ حضور کے پہلو میں آرام کر رہے ہیں (مسند امام احمد جلد ۴ صفحہ ۹۶)۔

حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں تمام صحابہ میں سب سے افضل چاروں خلفائے راشدین ہیں۔ ان چاروں میں سب سے پہلے ابو بکر صدیق پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی کو فضیلت حاصل ہے (غنیۃ الطالبین صفحہ ۱۸۲)۔

(5) خارجی اور رافضی فتنے

خارجی اسے کہتے ہیں جو نبی کریم ﷺ کی شان کو مکافقہ تسلیم نہ کرے۔ یہ لوگ خود کو توحید پرست کہتے ہیں

اور مسلمانوں کی اکثریت کو مشرک سمجھتے ہیں اور بتوں کے حق میں نازل ہونے والی آیات کو مسلمانوں پر فٹ کرتے ہیں۔ حبیب کریم ﷺ نے خارجیوں کے بارے میں فرمایا کہ یہ لوگ قرآن بہت پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ یہ لوگ بت پرستوں کو کچھ نہ کہیں گے اور مسلمانوں کو (مشرک سمجھتے ہوئے انہیں) قتل کریں گے (مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۴۱، بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۰۹)۔ حلق (ٹنڈ) کروائیں گے (مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۴۲، بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۱۲۸)۔ مخلوق میں سے سب سے شریر لوگ ہوں گے (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۳۰۰)۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما خارجیوں کو اللہ کی شریر ترین مخلوق سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ لوگ کافروں کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کو مسلمانوں پر فٹ کرتے ہیں (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۲۴)۔ دوسری طرف رافضیوں کے بارے میں بھی حبیب کریم ﷺ نے فرمایا یُظْهِرُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يُسَمُّونَ الزَّافِضَةَ، يَرْفُضُونَ الْإِسْلَامَ یعنی آخری زمانے میں ایسی قوم نکلے گی جنہیں لوگ رافضی کہیں گے وہ اسلام سے نکل چکے ہوں گے (مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۱۲۸)۔

آپ ﷺ نے مولا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ایک ایسی قوم نکلے گی جو آپ سے محبت کا دعویٰ کرے گی۔ اسلام کو رسوا کرے گی۔ دین سے اس طرح نکل چکے ہوں گے جیسے تیر نکل جاتا ہے۔ ان کے نظریات عجیب ہوں گے۔ انہیں رافضی کہا جائے گا۔ وہ مشرک لوگ ہوں گے، ان کی نشانی یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ جمعہ اور جماعت میں نہیں آئیں گے۔ اپنے سے پہلے لوگوں پر طعن و تشنیع کریں گے (دارقطنی، صواعق محرقہ صفحہ ۱۶۱)۔

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے علی تیری مثال ایسے ہے جیسے عیسیٰ۔ ان سے یہودیوں نے بغض رکھا اور ان کی والدہ پر الزام لگا دیا اور عیسائیوں نے محبت رکھی اور ان کو وہ مرتبہ دے دیا جس کے وہ حق دار نہ تھے۔ پھر مولا علی فرماتے ہیں کہ میرے بارے میں دو طرح کے آدمی ہلاک ہو جائیں گے۔ ایک حد سے زیادہ محبت کرنے والا جو میری ایسی شان بیان کرے گا جس کا میں حق دار نہیں۔ دوسرا مجھ سے بغض رکھنے والا جسے میری دشمنی مجھ پر بہتان لگانے پر آمادہ کرے گی (مسند احمد، مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۵)۔

روافض کی اپنی کتاب نہج البلاغہ میں یہی بات ڈنکے کی چوٹ پر موجود ہے کہ مولا علی رضی اللہ عنہ نے

فرمایا

”میرے بارے میں دو طرح کے لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ ایک حد سے زیادہ محبت کرنے والا جسے یہ محبت حق سے دور لے جائے گی۔ اور دوسرا مجھ سے بغض رکھنے والا جسے یہ بغض حق سے دور لے جائے گا۔ میرے بارے میں درمیانی راہ پر چلنے والے ہی صحیح ہوں گے۔ ہمیشہ بڑے گروہ کی پیروی کرو۔ بے شک اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ تفرقہ بازی سے ہمیشہ بچو۔ جماعت سے الگ ہونے والا شیطان کا شکار بن جاتا ہے جس طرح اکیلی بکری ریوڑ سے بچھڑ کر بھیڑیے کا شکار بن جاتی ہے (نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۲ مطبوعہ ایران/قم)۔“

مذکورہ بالا نشانیوں کی روشنی میں آپ بڑی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ خوارج اور روافض دونوں انتہا پسند ٹولے ہیں اور انکے مقابلے پر اہل سنت ایک معتدل طبقہ ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت اسی طبقے پر مشتمل ہے۔ ہم نہایت افسوس کے ساتھ لکھ رہے ہیں کہ خوارج کی پشت پناہی بھی ایک مخصوص حکومت کر رہی ہے اور روافض کی پشت پناہی بھی ایک مخصوص حکومت کی طرف سے ہو رہی ہے۔ یہ دونوں حکومتیں غیر مسلموں کے خلاف کوئی نمایاں کام نہیں کر رہیں بلکہ ان کا سارا لٹریچر اہل سنت کے خلاف صرف ہو رہا ہے۔ حاجیوں کو حج سے واپسی پر امریکہ، یہودیت، عیسائیت، قادیانیت، ہندومت، سکھ مذہب اور دیگر غیر مسلم مذاہب کے خلاف راہنمائی فراہم کرنے کی بجائے انہیں شرک سے بچانے کے بہانے سے اہل سنت کے خلاف دستوں کے دستے لٹریچر تھما دیا جاتا ہے۔ خوارج اور روافض کی مذکورہ بالا علامات کو دوبارہ پڑھ لیجیے اور پھر انکے لٹریچر کا جائزہ لیجیے۔ آپ آسانی سے معاملے کی تہہ تک پہنچ جائیں گے۔

آج جس شخص نے بھی دین کی تجدید کا کام کرنا ہو اس پر لازم ہے کہ خالص اہل سنت کی ڈگر پر چلے۔ خود کو اہل سنت کہتے وقت کسی احساس کمتری یا مصلحت کا شکار نہ ہو۔ اولیاء، علماء و صلحا کا یہی طریقہ چلا آ رہا ہے۔ خوارج اور روافض کا تشددانہ رویہ، ان سے میل جول، انکے طور طریقے، انکی اصطلاحات اور ہر اُس چیز سے جس سے ان طبقوں کی بوائی ہو اہل اسلام کو اس طرح دور رکھے جیسے جہنم سے دور رہنا ضروری ہے۔ قُواْ اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا

(6) عورتوں کی غیر معتدل تعلیم

عورت کی امامت میں عورتوں کی باجماعت نماز اور عورتوں کی محافل کیلئے اشتہارات دینا آج کے دور میں علماء و عوام اہل اسلام کے لیے سخت احتیاط کی چیزیں ہیں۔ انہی باتوں سے بڑھ کر امریکہ، انڈیا اور افغانستان میں عورتوں نے مسجد میں نماز پڑھائی اور نماز جمعہ تک مسجد میں عورت کی امامت میں ادا ہوئی۔

سد باب الذریعہ کے طور پر عورتوں کے مدارس پر سخت کنٹرول کی ضرورت ہے اور اس کے بعد ان کی باجماعت نماز کی ممانعت اور محافل کے انعقاد میں احتیاط اور ڈسپلن کی اشد ضرورت ہے۔ ورنہ اس کے نتائج بھیانک نکلیں گے۔ ان باتوں کو سمجھنے کے لیے بصیرت اور دوراندیشی درکار ہے۔

(7) عملیات اور تعویز گنڈے کے ماہر پیشہ ور حضرات

یہ لوگ اپنی دوکانوں پر بڑے بڑے بورڈ لگا کر بیٹھے ہیں، اخبارات میں اشتہارات دیتے اور دیواروں پر چانگ کراتے رہتے ہیں۔ پیر بن کر لوگوں کو دھوکا دے رہے ہیں اور اصل پیروں کو بدنام کر رکھا ہے۔ بعض لوگ کتاب نکالنے، حساب لگانے، تعویز گنڈا کرنے اور جن نکالنے کو ہی پیری مریدی سمجھ بیٹھے ہیں۔ حالانکہ پیری مریدی تعویز گنڈے کا نام نہیں بلکہ بندوں کو اللہ سے جوڑنے اور شریعت کی پابندی کروانے کا نام ہے۔ عامل اور کامل میں

فرق سمجھنا عوام الناس کے لیے بہت ضروری ہے۔

آئندہ لائحہ عمل

مغرب کے مٹکار ذہن نے علمی تردید کی بجائے عورت کے حقوق، انسانی حقوق، NGOs، ماڈرن ازم، وسعت قلبی، سائنس اور ضروریاتِ زمانہ کے نام استعمال کر کے اپنا کام دکھایا جبکہ مسلمانوں نے ایسی مکار تنظیمیں قائم کرنے کی بجائے ردِ عیسائیت اور ردِ قادیانیت وغیرہ کے نام سے علمی کورس کرانا شروع کر دیے۔ علم بڑی اچھی چیز ہے اور یہ کورس فائدے سے خالی نہیں، لیکن مغربی تخریب کاری کا علاج صرف علم سے نہیں بلکہ مناسب لائحہ عمل سے کرنا ضروری ہے۔

(۱) دعوت و ارشاد کا کامیاب ترین طریقہ اسلامی حکومت کا قیام ہے تاکہ مکمل وسائل کے ساتھ ذمہ دارانہ دعوت و ارشاد ممکن ہو۔ نیز بعض مواقع پر فاروقی ڈنڈے کا استعمال بھی کیا جاسکے۔ اسلامی حکومت کے قیام کے لیے متعدد علماء سرگرم عمل ہیں اور فرض کفایہ ادا کر رہے ہیں۔

جب تک اسلامی حکومت قائم نہیں ہو جاتی، علماء پر لازم ہے کہ خرابیوں کے تدارک کے لیے حکومت کے متوازی نہایت سنجیدگی سے تبلیغ دین کا کام جاری و ساری رکھیں۔ چنانچہ تنظیم المدارس کے علماء کرام نے تعلیم کا ایک زبردست نصاب تجویز کر رکھا ہے جو ملک بھر کے مدارس میں رائج ہے۔ انہی علماء کرام کے لیے مناسب ہے کہ مذکورہ بالا فتنوں کی اصلاح کے لیے نہایت سنجیدہ لائحہ عمل وضع فرمائیں۔ خصوصاً ہر شہر کے ذمہ دار علماء اپنے شہر کے خطیبوں، مدرسوں اور نعت خوانوں کی اصلاح کی طرف نہایت درو مشدانہ توجہ فرمائیں اور مذکورہ اصلاحات کی حد تک ایک حکومت کی طرح کام کریں۔ تمام علماء اور تعلیمی ادارے ان علماء کی اطاعت کریں۔ مدارس کے مہتممین، خطیب حضرات اور نعت خوان حضرات سے درخواست اور پر زور اپیل ہے کہ علماء کی طرف سے ملنے والی اصلاح کو بسر و چشم قبول فرمائیں۔ اسی میں ان کی بہتری ہے اور اخروی کامیابی پوشیدہ ہے۔

(۲) اپنے اپنے علاقوں میں اپنی اپنی استعداد کے مطابق ہر دور میں علماء و مشائخ کام کرتے رہے ہیں اور اسی سے دین پھیلا ہے اور صحیح ترقی کی ہے۔ آج بھی علماء و مشائخ اپنے اپنے وسائل اور استعداد کے مطابق سرگرم عمل ہیں۔ علماء نے اپنے طور پر مدارس کھول رکھے ہیں اور کامل مشائخ نے اپنے اپنے آستانوں پر بیعت کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔ مزاراتِ اولیاء اور خانقاہوں پر لوگوں کا ہجوم رہتا ہے اور بعض مقامات پر بغیر کسی اعلان اور اشتہار کے اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ بڑی بڑی تنظیمیں اتنا آدم جمع کر کے نہیں دکھا سکتیں۔ اگرچہ ان مشائخ کا آپس میں کوئی رابطہ نہیں اور ان کی محنت اور کاوش بظاہر غیر منظم نظر آتی ہے مگر نتیجے کے طور پر دین اسلام کا بے پناہ کام جاری و ساری ہے۔ البتہ ضرورت اس بات کی ہے کہ عرسوں کے موقع پر عوام کے ہجوم سے فائدہ اٹھایا جائے اور انہیں مناسب وعظ اور نصیحت کی جائے۔

اس کے علاوہ بعض تنظیمیں بھی اپنے اپنے طریقہ کار کے مطابق خدمتِ دین میں مصروف عمل ہیں۔ نیز تاجروں، سیاحوں اور مبلغین وغیرہ کے ذریعے اتفاقی طور پر یا منظم طریقے سے ہر طرح دین کی تبلیغ و ترویج جاری ہے۔ یہ سب کچھ جاری رہنا چاہیے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ دین کی تبلیغ کے خدائی بند و بست ہیں۔

آج کے دور میں ریڈیو، ٹی وی اور انٹرنیٹ پر زبردست فحاشی پھیلانی جا رہی ہے۔ اگر مسلمانوں کو پوری دنیا کی سطح پر کنٹرول حاصل ہو جائے تو بلاشبہ میڈیا کی خرابیوں کی اصلاح کر دی جائے اور ناقابل اصلاح اجزاء کو جڑھ سے اکھاڑ دیا جائے۔ لیکن آج ہم جن حالات سے دوچار ہیں ان حالات میں علماء کو کسی بھی میڈیا پر دین کی تبلیغ کرنے میں پیچھے نہیں رہنا چاہیے ورنہ یہ میدان کفار مار لیں گے اور فحاشی کو کھلی چھٹی مل جائے گی۔ ہر قسم کے میڈیا پر علماء و مشائخ انفرادی اور تنظیمی طریقے سے کام کر رہے ہیں، فرضِ کفایہ کی ادائیگی جاری ہے اور علماء کو ایسی انفرادی کوششیں جاری رکھنی چاہئیں۔

(۳) فقیر راقم الحروف نے مذکورہ فتنوں کے خلاف اپنی ماہانہ اشاعت ”رحمۃ للعلمین“ میں مستقل مضامین شائع کر دیے ہیں۔ مثلاً نعت گوئی کا شرعی ضابطہ، عورتوں کی جماعت کا مسئلہ، الانتباہ علی زلۃ بعض العلماء، گستاخ رسول کا شرعی حکم اور دستور السالکین وغیرہ۔ دین کا در در کھنے والے ذمہ دار علماء کو چاہیے کہ اپنے اپنے وسائل کی حد تک اپنے اپنے علاقوں میں ان موضوعات پر لوگوں کی اصلاح کی طرف خصوصی توجہ فرمائیں۔

(۴) علماء کے لیے لازم ہے کہ اپنی معلومات میں وسعت پیدا کریں اور اپنے علم کے مطابق عمل کی طرف توجہ دیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ **إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللَّهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَالِمٌ لَا يَنْتَفِعُ بِعِلْمِهِ** یعنی قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے شریر آدمی وہ عالم ہوگا جس نے اپنے علم سے فائدہ نہ اٹھایا (دارمی، المستند صفحہ ۱۰۱)۔ واضح رہے کہ علم، تقریر، تدریس، تصنیف اور مناظرے سے تکبر پیدا ہوتا ہے اور یہی اللہ کریم کے ہاں مبغوض اور ناپسندیدہ ترین مرض ہے۔ لہذا علماء پر لازم ہے کہ اپنے زمانے میں کسی اہل شخصیت سے تربیت حاصل کرنے اور اپنی روحانی اصلاح کرانے کی طرف خصوصی توجہ دیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ **أَلَا إِنَّ شَرَّ الشَّيْءِ شَرُّ الْعُلَمَاءِ وَإِنَّ خَيْرَ الْخَيْرِ خَيْرُ الْعُلَمَاءِ** یعنی خبردار بے شک سب سے بڑا شر شریر علماء ہیں اور سب سے بڑی بھلائی اچھے علماء ہیں (رواہ الدارمی، المستند صفحہ ۱۰۱)۔ عالم کی پہچان یہی ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتا ہے **إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ** (فاطر: ۲۸) اور جو اللہ سے نہیں ڈرتا وہ جاہل ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اس وقت تک عالم نہیں بن سکتا جب تک اپنے سے اوپر والے سے حسد نہ چھوڑ دے اور نیچے والے کو حقیر سمجھنا نہ چھوڑ دے اور اپنے علم کے ذریعے دنیا کمانا نہ چھوڑ دے۔ (دارمی، المستند صفحہ ۱۰۰)۔ عالم کی شناخت کے لیے یہی پیمانہ ہے۔

(۵) ابتدائی تعلیم کے طور پر ہر مسلمان کو کم از کم بنیادی عقائد، نماز روزہ اور ناظرہ قرآن شریف کی تلاوت آنی چاہیے۔ اس مقصد کے لیے فقیر راقم الحروف نے صرف ۳۲ صفحات پر مشتمل ”معلم الاسلام“ نامی کتابچہ لکھ دیا ہے جو

قرآن شریف کی ناظرہ تعلیم کے ساتھ بچوں کو پڑھا دیا جائے تو ایک عام مسلمان کے لیے کافی شافی ہے۔ الحمد للہ اس پروگرام کے تحت متعدد مدارس میں یہ کتاب پڑھائی جا رہی ہے۔

(۶)۔ ثانوی تعلیم کے طور پر اہلیت رکھنے والے طلباء کو صرف ونچو کے بنیادی قواعد اور ”المستند“ پڑھادی جائے تو کافی ہے۔ کسی خطیب یا پیر کے پاس کم از کم اس قدر تعلیم کا ہونا ضروری ہے۔

(۷)۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے مروجہ درسِ نظامی پاس کرنا ضروری ہے۔ اس نصاب میں ضروریاتِ زمانہ کے تحت خود علمائے کرام رد و بدل کر دے سکتے ہیں لیکن ہر کس و نا کس اور خصوصاً حکومت کو اس میں انگشت زنی کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ یہ ہر کسی کے بس کا کام نہیں۔

معیاری عشق رسول ﷺ مرض کا صحیح علاج

جب تک مسلمانوں کے دلوں میں حبیبِ کریم ﷺ کی محبت رچ بس نہیں جاتی اور نبی کریم ﷺ کی مرکزیت کو تسلیم نہیں کر لیا جاتا، مسلمانوں کے عقائد اور احوال کی اصلاح ممکن نہیں۔ جب ہمیں نبی کریم ﷺ سے صحیح معنی میں محبت ہو جائے گی تو پھر ہم آپ ﷺ کی وجہ سے آپ کے صحابہ اور اہل بیت سے خود بخود محبت ہو جائے گی۔

حبیب کریم ﷺ نے فرمایا دَعُوا لِيْ اَصْحَابِيْ مِيْرِيْ خَاطِرِ مِيْرِيْ صَحَابِهِ كَوْ كَچھ نہ کہا کرو (مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۳۲۶)۔ اور فرمایا جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی (مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۳)۔

اہل بیت اطہار علیہم الرضوان کے بارے میں فرمایا کہ اَحِبُّوْا اَهْلَ بَيْتِيْ بِحُبِّيْ یعنی میری محبت کی خاطر میرے اہل بیت سے محبت رکھو (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۹)۔ جس نے ان سے جنگ کی اس نے مجھ سے جنگ کی (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۶)۔

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ جو لوگ صحابہ کرام یا اہل بیت علیہم الرضوان میں سے کسی ایک سے بھی دشمنی رکھتے ہیں ان کے دلوں میں دراصل نبی کریم ﷺ کی محبت جاگزیں نہیں ہوتی۔ اگر محبت رسول ﷺ ان کے دلوں میں پیدا ہو جائے تو یار کے یاروں اور اس کے پیاروں کی محبت خود بخود پیدا ہو جائے گی۔ کوئی مانے یا نہ مانے اللہ کی قسم یہی ہے مرض اور یہی ہے اس کا صحیح علاج۔

اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت کا اٹھا ذکر قرآن شریف کی سورۃ توبہ میں ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (اے محبوب)

آپ فرمائیں اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے بیٹے اور تمہارے (سگے) بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنہہ اور تمہارے مال جو تم نے کمائے اور تجارت جس کے متداپڑ جانے سے تم ڈرتے ہو اور رہائشی مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو زیادہ محبوب ہوں تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتا (التوبہ: ۲۴)۔

آیت کی تفسیر میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وَفِي الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلَى وَجُوبِ حُبِّ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَلَا خِلَافَ فِي ذَلِكَ بَيْنَ الْأُمَّةِ وَأَنَّ ذَلِكَ مُقَدَّمٌ عَلَى كُلِّ مَحْبُوبٍ یعنی اس آیت میں اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت کے واجب ہونے کی دلیل موجود ہے اور اس میں پوری امت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں اور یہ محبت ہر محبوب پر بھاری ہے (قرطبی جلد ۸ صفحہ ۸۸)۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس آیت میں جس طریقے سے نبی کریم ﷺ کی محبت پر امت کو ابھارا گیا ہے اور محبت نہ کرنے پر تنبیہ کی گئی ہے اور آیت میں جس قدر دلالت اور حجت موجود ہے، وہ آپ ﷺ کی محبت کے لازم اور فرض ہونے اور آپ ﷺ کے اس کا حقدار ہونے کی واضح دلیل ہے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو اپنے جان و مال، اہل و عیال اور اولاد سے بڑھ کر اللہ اور اللہ کے رسول سے زیادہ محبت رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور ایسا نہ کرنے پر سخت ترین وعید سنائی گئی ہے۔ پھر محبت نہ کرنے والوں کو فاسق قرار دیا گیا ہے اور انہیں جتلا دیا گیا ہے کہ ایسے لوگ گمراہ ہیں اور انہیں اللہ ہدایت نہیں دے گا (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۴، ۱۵)۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حبیب کریم ﷺ سے محبت کا معیار کیا ہے۔ وہ محبت کس نوعیت کی اور کس درجے کی ہونی چاہیے۔ اس سوال کے جواب میں ہم صحابہ کرام کے حضور کریم ﷺ کے ساتھ والہانہ پن کے کچھ واقعات پیش کرتے ہیں تاکہ محبت کا صحیح معیار واضح ہو سکے۔

احادیث شریفہ میں ہے:

1۔ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ یعنی تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے ماں، باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں (بخاری جلد ۱ صفحہ ۷، مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۹)۔

2۔ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ خَلَاوَةَ الْإِيمَانِ، أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ وَأَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَكُفِّرَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يَقْذِفَ فِي النَّارِ یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس بندے میں پائی جائیں اس نے ایمان کی چاشنی پالی۔ ایک یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اسے باقی سب

سے زیادہ پیارے ہوں۔ دوسری یہ کہ وہ کسی بندے سے محض اللہ کی خاطر محبت کرتا ہو۔ تیسری یہ کہ کفر کی طرف لوٹ جانا اسے اتنا ناپسند ہو جس طرح آگ میں گرائے جانا اسے ناپسند ہے (مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۹، بخاری جلد ۱ صفحہ ۷)۔

3- وَعَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ وَمَا أَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ مَا أَعْدَدْتُ لَهَا إِلَّا أَنِّي أَحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ قَالَ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحَبَّتَ قَالَ أَنَسُ فَمَا رَأَيْتُ الْمُسْلِمِينَ فَرِحُوا بِشَيْءٍ بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَرِحَهُمْ بِهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَابْنُ خَرِشٍ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ أَنَسُ رضي الله عنه أَحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ فَارْجُوا أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِأَعْمَالِهِمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةٍ فَكَانَ الرَّجُلُ إِسْتَكَانَ ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَعْدَدْتَ لَهَا كَثِيرَ صَلَاةٍ وَلَا صِيَامٍ وَلَا صَدَقَةٍ وَلَكِنِّي أَحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ قَالَ فَأَنْتَ مَعَ مَنْ أَحَبَّتَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَمِثْلُهُ فِي مُوطَا إِمَامٍ مُحَمَّدٍ يَعْنِي حَضْرَتِ أَنَسٍ رضي الله عنه فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب آئے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا! تو نے اسکے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا میں نے اس کے لیے کوئی تیاری نہیں کی، سوائے اس کے کہ میں اللہ اور اسکے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ فرمایا تو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تجھے محبت ہوگی۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے مسلمانوں کو اسلام لانے کے بعد کسی بات پر اتنا خوش ہوتے ہوئے نہیں دیکھا جتنا وہ اس بات پر خوش ہوئے (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۳۲، بخاری، مشکوٰۃ صفحہ ۲۲۶)۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت انس رضي الله عنه نے فرمایا کہ میں اللہ اور اس کے رسول اور ابو بکر اور عمر سے محبت کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ ان کے ساتھ رہوں گا اگرچہ میرے اعمال ان جیسے نہیں ہیں (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۳۲)۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ آدمی خاموش سا ہو گیا۔ پھر کہنے لگا یا رسول اللہ میں نے اسکے لیے نہ تو زیادہ نماز تیار کی ہے نہ روزے اور نہ ہی زکوٰۃ، ہاں البتہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ فرمایا تو اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ تیری محبت ہوگی (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۳۲، موطا امام محمد صفحہ ۳۹۰، المستند صفحہ ۸)۔

4- عَنْ عُمَرَ وَبْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ مَا سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَذْكُرُ النَّبِيَّ ﷺ قَطُّ إِلَّا بِكَيْفٍ يَعْنِي حَضْرَتِ عُمَرَ وَبْنِ مُحَمَّدٍ أَبِي بَكْرٍ کی زبانی بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر کو جب بھی نبی کریم ﷺ کا ذکر خیر کرتے ہوئے سنا وہ ہمیشہ رونے لگتے تھے (دارمی، المستند صفحہ ۸)۔

5- سیدنا علی المرتضیٰ رضي الله عنه فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حسن اور حسین کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے محبت کی اور ان کے باپ اور ان کی ماں سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۶)۔

6- حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریمؐ سے عرض کیا، یا رسول اللہؐ آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں سوائے اپنی جان کے۔ آپؐ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اسکی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ پر کتاب نازل فرمائی ہے آپؐ مجھے میری جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ نبی کریمؐ نے فرمایا اب ٹھیک ہے (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۵)۔

7- حضرت عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ مَا كَانَ أَحَدًا أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ یعنی مجھے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر دنیا کا کوئی شخص محبوب نہیں تھا (مسلم جلد ۱ صفحہ ۷۶)۔

8- حضرت ابو بکر صدیقؓ نے نبی کریمؐ سے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، آپؐ کے چچا ابوطالب کا مسلمان ہو جانا مجھے اپنے باپ کے مسلمان ہونے سے زیادہ پسند ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے یہی بات محبوب کریمؐ کے چچا حضرت عباسؓ سے کی تھی کہ اگر آپؐ مسلمان ہو جائیں تو یہ چیز مجھے اپنے باپ خطاب کے مسلمان ہونے سے زیادہ پسند ہے (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۸)۔

9- حضرت علی المرتضیٰؓ سے پوچھا گیا کہ آپؐ لوگ رسول اللہ ﷺ سے کیسی محبت کرتے تھے؟ آپؓ نے فرمایا اللہ کی قسم آپؐ ہمیں ہمارے مال، اولاد، باپ دادا، ہماری ماؤں اور پیاس میں ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب تھے (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۸)۔

10- حضرت زید بن دثنہؓ کو جب اہل مکہ نے قتل کرنے کے لیے حرم شریف سے باہر نکالا تو ابوسفیان بن حرب نے ان سے کہا، اے زید میں تجھے اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں، کیا تم اس وقت یہی نہیں چاہتے کہ تمہاری جگہ پر محمد ہوں اور تمہاری جگہ انہیں قتل کیا جائے اور تو اپنے گھر والوں میں خیریت سے موجود ہو؟ حضرت زید نے فرمایا اللہ کی قسم میں نہیں چاہتا کہ محمدؐ کو اپنے گھر میں بیٹھے بٹھائے بھی کوئی کائنات تک چھوے اور میں اپنے گھر بیٹھا رہوں۔ ابوسفیان نے کہا میں نے آج تک کسی انسان کو کسی دوسرے انسان سے اتنی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی محمدؐ کے اصحاب محمدؐ سے محبت کرتے ہیں (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۹)۔ اسی طرح کا واقعہ حضرت حبیبؓ کے ساتھ پیش آیا جب انہیں سولی پر چڑھایا گیا اور چالیس کافروں نے نیزے لے کر چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔

11- حضرت ابو بکر صدیقؓ نے غارِ ثور کے باہر نبی کریمؐ کو کھڑا کیا اور خود اندر تشریف لے گئے تاکہ غار میں سے کوئی مصیبت حضور کو نہ پہنچے۔ اپنی چادر پھاڑ کر غار کے سارے سوراخ بند کر دیے۔ صرف دو سوراخ رہ گئے، ان پر اپنے پاؤں رکھ دیے اور محبوب کریمؐ سے عرض کیا کہ اندر تشریف لے آئیں۔ آپؐ انکی گود میں سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ صدیق اکبرؓ کے پاؤں پر سانپ نے ڈس لیا مگر انہوں نے حرکت تک نہیں کی تاکہ حبیب کریمؐ جاگ نہ جائیں۔ انکے آنسو آپؐ کے چہرہ اقدس پر پڑے تو آپؐ جاگ گئے۔ آپؐ نے پوچھا ابو بکر آپؐ

کو کیا ہوا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ آپ ﷺ نے لعاب مبارک لگا یا تو انکی تکلیف رفع ہو گئی (رزین، مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۶، المستند صفحہ ۲۶)۔

12۔ جنگ احد میں ایک انصاری خاتون رضی اللہ عنہا کے والد، بھائی اور شوہر شہید ہو گئے۔ وہ میدان احد کی طرف جا رہی تھیں اور لوگوں سے اپنے گھر کے افراد کی بجائے رسول اللہ ﷺ کی خیریت دریافت کر رہی تھیں۔ لوگوں نے بتایا کہ حضور الحمد للہ تمہاری مرضی کے مطابق خیریت سے ہیں۔ کہنے لگیں مجھے دکھاؤ میں حضور کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہوں۔ جب حضور پر نظر پڑی تو کہنے لگیں کُلْ مُصِيبَةٌ بَعْدَکَ جَلَلٌ یعنی آپ کو دیکھ لینے کے بعد ہر مصیبت آسان ہے (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۸)۔

13۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو صلح حدیبیہ کے موقع پر مکہ شریف میں اہل مکہ سے بات چیت کے لیے بھیجا۔ مکہ والوں نے انہیں کعبہ کا طواف کرنے کی اجازت دی تو انہوں نے فرمایا مَا كُنْتُ لَا فَعَلْتُ حَتَّى يَطُوفَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ یعنی میں کعبہ کا طواف ہرگز نہیں کروں گا جب تک رسول اللہ ﷺ طواف نہیں کرتے (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۳۱)۔

14۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ایک غزوہ میں بلا وجہ شریک نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر ناراضگی آ گئی۔ نبی کریم ﷺ نے توبہ قبول ہونے تک لوگوں کو ان سے قطع تعلق کا حکم دیا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں حاضر ہوتا رہتا تھا۔ حضور نماز کے بعد مسجد میں صحابہ کرام کی مجلس میں تشریف فرما ہوتے۔ میں سلام عرض کرتا تو غور سے دیکھتا رہتا تھا کہ میرے سلام کے جواب میں حضور نے ہونٹ مبارک ہلائے ہیں کہ نہیں۔ پھر میں آپ ﷺ کے قریب نماز پڑھتا تھا۔ میں نماز کے دوران آپ ﷺ کو چوری چوری دیکھتا رہتا تھا۔ جب میں نماز کی طرف متوجہ ہوتا تو حضور مجھے دیکھنے لگتے اور جب میں حضور کی طرف دیکھتا تو حضور دوسری طرف دیکھنے لگتے تھے (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۶۱)۔

15۔ نبی کریم ﷺ جب کسی محفل میں تشریف فرما ہوتے تو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے لیے سجادہ بچھاتے، آپ ﷺ کی جائے نماز، عصا مبارک، چادر مبارک، مسواک مبارک، وضو کا برتن اور نعلین مبارک اپنے پاس رکھتے تھے اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو صاحب نعلین کہا جاتا تھا یعنی حضور ﷺ کے نعلین والا (مسند امام اعظم صفحہ ۱۸۴، و مشکوٰۃ فی البخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۱)۔

16۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ تھیں۔ مسلمان ہونے سے پہلے ابوسفیان جب صلح کا معاہدہ مضبوط کرنے کے لیے مدینہ شریف گئے تو اپنی بیٹی کے پاس گئے۔ جب بستر پر بیٹھنے لگے تو انہوں نے جلدی سے بستر لپیٹ دیا۔ ابوسفیان نے کہا مجھے سمجھ نہیں آئی کہ میں اس بستر کے قابل

نہیں ہوں یا یہ بستر میرے قابل نہیں ہے۔ اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ رسول اللہ ﷺ کا بستر ہے جب کہ تم ایک مشرک اور ناپاک شخص ہو۔ میں نہیں چاہتی کہ تم رسول اللہ ﷺ کے بستر مبارک پر بیٹھو۔ ابوسفیان نے کہا اے بیٹی تم میرے بعد بہت بگڑ گئی ہو (سیرت ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۳۹۶)۔

17۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آخری دنوں میں محبوب کریم ﷺ کو تکلیف تھی جس کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نمازیں پڑھاتے تھے۔ سوموار کے دن لوگ نماز میں کھڑے تھے کہ حبیب کریم ﷺ نے اپنے حجرہ مبارک کا پردہ اٹھایا اور کھڑے ہو کر ہماری طرف دیکھنے لگے۔ ہم سب لوگ بھی عین نماز میں نبی کریم ﷺ کی طرف دیکھنے لگے۔ آپ ﷺ کا چہرہ انور قرآن کے ورق کی طرح تھا کَانَ وَجْهَهُ وَرَقَةً مَّصْحَفٍ۔ پھر آپ مسکرائے اور ہمیں خیال آنے لگا کہ کہیں ہم حضور کے دیدار کی خوشی کی وجہ سے نمازیں نہ توڑ بیٹھیں۔ ابوبکر اپنی ایڑیوں کے بل مصلۂ امامت سے پیچھے ہٹے کہ شاید نبی کریم ﷺ نماز میں تشریف لانے والے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز مکمل کرو اور پردہ گرا دیا۔ اسی دن آپ ﷺ کا وصال ہو گیا (مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۷۹، بخاری جلد ۱ صفحہ ۹۳)۔

18۔ جب نبی کریم ﷺ کا وصال شریف ہوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خیال یہ تھا کہ حضور ﷺ فوت نہیں ہو سکتے۔ آپ قسم کھا کر بیان فرماتے ہیں کہ اس وقت میری سوچ یہی تھی کہ نبی کریم ﷺ کو اللہ نے کسی کام سے بلایا ہے اور آپ واپس تشریف لے آئیں گے۔ انہوں نے تلوار نکال لی اور فرمایا جس نے کہا کہ حضور فوت ہو گئے ہیں میں اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور خطبہ دیا جس میں مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ اور اِنَّكَ مَيِّتٌ آیات پڑھیں اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو محبوب کریم ﷺ کے وصال شریف کا یقین آ گیا اور حیرت جاتی رہی (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۱۷)۔

19۔ جب حبیب کریم ﷺ کی تدفین ہو رہی تھی اور آخر میں قدیم شریفین کی طرف سے قبر انور بند کی جانے لگی تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے جان بوجھ کر اپنی انگوٹھی قبر شریف کے اندر گرا دی۔ اور کہنے لگے میری انگوٹھی اندر گر گئی ہے۔ لوگوں نے انہیں قبر انور کے اندر اتر کر انگوٹھی اٹھانے کی اجازت دے دی۔ انہوں نے اندر اتر کر اپنی انگوٹھی اٹھالی اور محبوب کریم ﷺ کے مقدس قد میں کو ہاتھ لگا کر باہر آ گئے۔ بعد میں ساری زندگی فخر کرتے رہے کہ میں وہ واحد شخص ہوں جس نے حبیب کریم ﷺ کے قدموں کو سب سے آخر میں مس کیا ہے (سیرت ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۶۶۳)۔

20۔ ایک عورت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور کہنے لگی میرے لیے رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کا دروازہ کھول دو۔ انہوں نے دروازہ مبارک کھول دیا۔ وہ عورت قبر انور پر اتار دی کہ اس کی وفات

ہوگئی (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۹)۔

21۔ حضرت عمر فاروق ؓ عوام کی دیکھ بھال کے لیے رات کو گشت کر رہے تھے۔ آپ نے ایک گھر میں چراغ جلتا ہوا دیکھا۔ ایک بوڑھی عورت سوت کات رہی تھی اور وہ نبی کریم ؐ کی محبت اور جدائی میں شعر پڑھ رہی تھی۔

عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَاةُ الْأَبْرَارِ صَلَّى عَلَيْهِ الطَّيِّبُونَ الْأَخْيَارُ
قَدْ كُنْتُ قَوَّامًا بِكَ بِالْأَسْحَارِ يَا لَيْتَ شِعْرِي وَالْمَنَايَا أَطْوَارُ
هَلْ تَجْمَعُنِي وَحَبِيبِي الدَّارُ

ترجمہ: محمد ؐ پر اللہ کے پیاروں کی طرف سے درود ہو۔ آپ ؐ پر پاک لوگوں اور نیک لوگوں کا درود ہو۔ یا رسول اللہ آپ رات کو قیام فرماتے اور سحری کے وقت رو یا کرتے تھے۔ کاش میں جان لیتی کہ میں اور میرا محبوب ایک جگہ پر اکٹھے ہوں گے کہ نہیں۔ اس لیے کہ موت مختلف طریقوں سے آتی ہے اور نہ جانے میری موت کس حالت میں آئے اور مرنے کے بعد حضور سے ملاقات ہو سکے یا نہ ہو سکے۔

حضرت عمر ؓ وہیں بیٹھ کر رونے لگے (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۸)۔

22۔ حبیب کریم ؐ کے وصال شریف کے بعد حضرت سیدنا حسان بن ثابت ؓ ناپینا ہو گئے۔ آپ ؐ فرماتے ہیں

كُنْتُ السَّوَادَ لِنَاظِرِي فَعَمِي عَلَيْكَ النَّازِرُ

مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلَيْمْتُ وَعَلَيْكَ كُنْتُ أَحَاذِرُ

ترجمہ: یا رسول اللہ آپ میری آنکھوں کی کالی دھیری تھے، آپ کے جانے سے میری آنکھیں اندھی ہو گئی ہیں۔ اب آپ کے بعد جس کا جی چاہے مرجائے، مجھے اگر خوف تھا تو آپ سے بچھڑنے کا خوف تھا۔

23۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نبی کریم ؐ کے بعد جب آپ کا ذکر کرتے تو ان پر کیف طاری ہو جاتا اور ان کے جسم پھڑکنے لگتے اور وہ رونا شروع کر دیتے تھے اور یہی حال بے شمار تابعین کا بھی تھا (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۲۰)۔

24۔ حضرت عبیدہ بنت خالد فرماتی ہیں کہ میرے والد حضرت خالد بن معدان ؓ جب رات کو سونے لگتے تو رسول اللہ ؐ اور آپ کے مہاجرین و انصار صحابہ سے ملاقات کے شوق میں ان کا نام لے لے کر فرماتے تھے کہ یہ ہستیاں میرے اصول و فروع ہیں، میں ان سے بچھڑ گیا ہوں، میرا دل انہی کی خاطر تڑپتا ہے، میرا فراق طویل ہو چکا ہے، اے میرے اللہ میری روح قبض کر کے مجھے جلدی ان سے ملا دے۔ یہ کہتے کہتے انہیں نیند آ جاتی تھی (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۷)۔

25۔ حضرت بلال ؓ کی وفات کا وقت آیا تو ان کی زوجہ نے کہا **وَاحْزَنَاهُ** یعنی ہائے غم، آپ ؓ نے فرمایا **وَاطْرَبَاهُ غَدَاً أَلْقَى الْأَحِبَّةَ مُحَمَّداً وَحِزْبَهُ** یعنی واہ خوشی، میں کل اپنے پیاروں محمد اور اس کے ساتھیوں سے جا ملوں گا (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۸)۔

26۔ حضرت امیر معاویہ ؓ کے پاس نبی کریم ؐ کا تہبند، چادر، قمیض، بال اور ناخن مبارک تھے۔ انہوں نے وصیت فرمائی کہ مجھے آپ ؓ کی قمیض کا کفن دینا آپ ؓ کی چادر میں لپیٹنا اور تہبند مبارک کا ازار بنانا اور آپ ؓ کے بال اور ناخن مبارک میرے چہرے اور سجدے کی جگہوں پر رکھ دینا اور مجھے **ارحم الراحمین** کے حوالے کر دینا (الاکمال مع مشکوٰۃ صفحہ ۶۷۱)۔

27۔ صلح حدیبیہ کے بعد عروہ بن مسعود نے قریش مکہ کو جا کر تعظیم رسول کا آنکھوں دیکھا منظر بتایا۔ انہوں نے بتایا کہ خدا کی قسم میں بادشاہوں کے درباروں میں جا چکا ہوں۔ میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے ہاں بھی گیا ہوں۔ اللہ کی قسم میں نے اتنی تعظیم کسی بادشاہ کی نہیں دیکھی جتنی تعظیم محمد کی اُس کے صحابی کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم جب وہ بلغم پھینکتا ہے تو اس کے صحابہ میں سے کوئی نہ کوئی اسے اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنے منہ اور بدن پر مل لیتا ہے۔ جب وہ کسی کو حکم دے تو سارے بھاگ پڑتے ہیں۔ جب وہ وضو کرتا ہے تو یہ لوگ وضو کے پانی سے برکت حاصل کرنے کے لیے اس طرح بھاگتے ہیں جیسے ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے۔ جب وہ بات کرے تو یہ سب اس کے سامنے چپ ہو جاتے ہیں۔ اس کے ادب کی وجہ سے اس کے چہرے کی طرف نظر جما کر دیکھتے بھی نہیں۔ اے لوگو! وہ تمہارے پاس ہدایت کا پیغام لایا ہے اُسے قبول کر لو اور مسلمان ہو جاؤ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۷۹، المستند صفحہ ۹-۸)۔

28۔ حجام جب آپ ؓ کے بال مبارک بناتا تو صحابہ کرام ارد گرد جمع ہو جاتے۔ اُنکی کوشش ہوتی کہ ایک بال بھی کٹے تو کسی نہ کسی کے ہاتھ میں آئے (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۵۶، المستند صفحہ ۹)۔

29۔ جنگ یمامہ میں حضرت خالد بن ولید ؓ کے سر سے عین میدان جنگ میں ٹوپی گر گئی۔ میدان جنگ میں تلواروں کی چھنکار میں ٹوپی اٹھانے کے لیے نیچے جھکنا موت کو دعوت دینا تھا۔ لیکن آپ ؓ نے موت کی پرواہ کیے بغیر جھک کر ٹوپی اٹھالی۔ بعد میں لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے ایک معمولی ٹوپی کی خاطر اتنا بڑا رسک کیوں لیا؟ آپ نے فرمایا دراصل اس ٹوپی میں نبی کریم ؐ کا بال مبارک تھا۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ بابرکت بال کسی مشرک کے ہاتھ لگے۔ آپ اس بال مبارک کی برکت سے دشمن کے خلاف مدد طلب کرتے تھے (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۴۴)۔

30۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نبی کریم ؐ کے ہاتھ اور پاؤں چوما کرتے تھے۔ ایک حدیث میں ہے کہ وفد بنی قیس کے صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنی اپنی سواریوں سے چھلانگیں لگا رہے تھے اور باری باری نبی کریم ؐ کے ہاتھ اور پاؤں چوم رہے تھے (ابوداؤد، مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۲)۔ حضرت عبداللہ ابن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم ؐ

کے ہاتھ مبارک چومے (ابن ماجہ صفحہ ۲۶۳)۔ یہودیوں کے ایک وفد نے نبی کریم ﷺ سے متاثر ہو کر آپ ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں چومے (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ صفحہ ۲۶۳، مشکوٰۃ صفحہ ۱۷)۔

31۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ رات کو اٹھے اور ٹھیکرے میں بول مبارک فرمایا۔ میں رات کو جاگی تو مجھے پیاس لگی ہوئی تھی۔ میں نے وہ بول مبارک بے خبری میں پی لیا۔ آپ ﷺ صبح کو اٹھے تو فرمایا اے ام ایمن اس ٹھیکرے کو اٹھا لو اور جو کچھ اس میں ہے اسے باہر گرا دو۔ میں نے عرض کیا حضور وہ تو میں نے رات کو پی لیا تھا۔ نبی کریم ﷺ ہنس پڑے حتیٰ کہ آپ کے دانت مبارک نظر آ گئے۔ پھر فرمایا آج کے بعد تمہارے پیٹ میں درد نہیں ہوگا (مستدرک حاکم جلد ۴ صفحہ ۴۳۰، الشفاء جلد ۱ صفحہ ۴۱، خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۴۰)۔

32۔ حضرت سفینہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے چھپنے لگوائے۔ ان میں سے جو خون مبارک نکلا وہ آپ ﷺ نے مجھے دے دیا اور فرمایا کہ اسے جانوروں، پرندوں اور انسانوں سے بچا کر دفن کر دو۔ میں اسے لے کر ایک طرف ہو گیا اور چھپ کر اسے پی لیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کے بارے میں مجھ سے پوچھا تو میں نے بتایا کہ میں نے اسے پی لیا ہے۔ آپ ﷺ ہنس پڑے (شعب الایمان للبیہقی جلد ۵ صفحہ ۲۳۳)۔

33۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ بنے تو وہ ادب کی وجہ سے منبر پر نبی کریم ﷺ کے قدموں والی جگہ پر بیٹھتے تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ حضرت ابوبکر کے قدموں والی جگہ پر بیٹھتے تھے (صواعق مرقہ صفحہ ۱۳)۔ اسی طرح جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کو روضہ رسول ﷺ میں دفن کیا جانے لگا تو ادب کی وجہ سے ان کے قدم حضور کریم ﷺ کے قدموں سے نیچے رکھے گئے اور جب سیدنا فاروق اعظمؓ کو دفن کیا گیا تو ادب کی وجہ سے ان کے قدم سیدنا صدیق اکبر کے قدموں سے نیچے رکھے گئے۔

34۔ نبی کریم ﷺ کے وصال شریف کے بعد حضرت بلال حبشیؓ نے غم کی وجہ سے مدینہ منورہ چھوڑ دیا اور شام میں جا کر رہائش پذیر ہو گئے۔ انہیں حبیب کریم ﷺ نے خواب میں فرمایا کہ مدینہ میں آ کر ہمیں مل جاؤ۔ وہ صبح اٹھے تو مدینہ شریف کا رخ کیا۔ مدینہ شریف پہنچے تو ہر طرف ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ ہر کسی کی زبان پر تھا، بلال آ گئے بلال آ گئے۔ جب وہ مسجد نبوی شریف میں پہنچے تو دیوانہ وار کبھی حجرات میں جا کر حضور کو تلاش کرتے اور کبھی مسجد شریف میں۔ جب روضہ انور پر گئے تو اپنا سر قبر انور پر ڈال کر دھاڑیں مار کر روئے۔ صحابہ کرام اور خلفاء راشدین علیہم الرضوان پاس موجود تھے۔ حضرت بلال بے ہوش ہو کر گر گئے۔ لوگوں نے جب ہوش دلایا۔ سب لوگ فرمائش کرنے لگے کہ اذان سناؤ۔ انہوں نے معذرت کی کہ میں اذان نہیں پڑھ سکتا۔ محبوب کریم ﷺ کی موجودگی میں اذان پڑھتے وقت محبوب کا چہرہ سامنے ہوتا تھا اب میں کون سے چہرے کو دیکھ کر اذان پڑھوں گا۔ لوگوں نے شہزادہ رسول حضرت سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما سے سفارش کرائی۔ شہزادوں نے ہاتھوں سے پکڑ کر فرمائش کی کہ چچا جان اذان سنا بیئے۔ آپ اس فرمائش کو ٹال نہ سکے اور کھڑے ہو کر اذان شروع کر دی۔ اذان آگے کو بڑھ رہی تھی اور مدینہ منورہ میں کہرام

برپا ہو رہا تھا۔ جب آپ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر پہنچے تو مدینہ کے گھروں میں سے باپردہ خواتین بھی بے قابو ہو کر باہر نکل آئیں۔ پورا مدینہ قبرانور کی طرف پرواز کر کے اُٹھ رہا تھا اور ایسے لگتا تھا کہ حضور کا وصال آج ہی ہوا ہے۔ یہ ہیں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی حضور کریم ﷺ کے ساتھ محبت کے چند نمونے۔ جس کے دل میں ایمان کی معمولی رمت بھی موجود ہے وہ ان واقعات کو پڑھنے کے بعد سمجھ سکتا ہے کہ صحابہ کرام کے راستے پر چلنے والا صحیح طبقہ کون سا ہے۔ آج اگر کسی شخص کو حبیب کریم ﷺ سے ایسی ہی محبت نہیں ہے یا وہ ایسی محبت کرنے والوں کو غلط سمجھتا ہے تو اس کا اپنا دعوائے محبت رسول محض کھوکھلا ہے۔ اسے چاہیے کہ اپنی محبت کی اصلاح کرے۔

ہر پیر، ہر عالم اور ہر خطیب پر لازم ہے کہ حبیب کریم ﷺ کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کی کوشش کرے اور کوئی ایسی بات، عقیدہ لوگوں میں نہ پھیلانے جس کے نتیجے میں حضور کی محبت لوگوں کے دلوں میں کم ہوتی ہو۔

عشق کا اولین تقاضا طاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہم ایک بار پھر واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ موجودہ حالات میں شریعت کی پابندی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اہل اسلام کی شدید ضرورت ہے۔ آپ ﷺ سے محبت کا اولین تقاضا ہے کہ ہم آپ ﷺ کی پیروی کریں اور دین متین کی تبلیغ کے لیے کمر بستہ ہو جائیں۔

قرآن شریف میں بار بار اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم ہوا ہے۔ انتہا یہ ہے کہ اللہ کریم نے حضور ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے: مَنْ يُطِيعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اطَاعَ اللّٰہَ یعنی جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی (النساء: ۸۰)۔

گویا اللہ کی اطاعت کے لیے رسول کریم ﷺ کی اطاعت کا واسطہ ضروری ہے۔ اس واسطے کو نکال کر براہ راست اللہ کی اطاعت کا تصور محض خبط اور پاگل پن ہے۔ جو شخص شریعت کا پابند نہیں اور سنت کا تابع نہیں اس کے دعوائے محبت کا کچھ اعتبار نہیں۔ حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں۔

تَعْصِي الْحَبِيبِ وَأَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهُ هَذَا الْعُمُرِي فِي الْقِيَّاسِ بَدِيعٌ

لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَا طَعْنَهُ إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيعٌ

ترجمہ: تو حبیب کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کی نافرمانی بھی کرتا ہے۔ بخدا یہ بات تعجب انگیز ہے۔

اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اس کی اطاعت کرتا۔ اس لیے کہ محب اپنے محبوب کا تابع فرمان ہوا کرتا ہے۔

اتحاد امت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ یعنی مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں (الحجرات: ۱۰)۔
اور فرماتا ہے وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ یعنی نیکی اور تقویٰ کے
معاملے میں آپس میں تعاون کرو اور گناہ و سرکشی کے معاملے میں تعاون مت کرو (مائده: ۲)۔

مسلمان ممالک کو چاہیے کہ اپنا ایک اتحادی بلاک قائم کریں اور یہ فیصلہ کریں کہ کسی ایک اسلامی ملک پر
حملہ تمام اسلامی ممالک پر حملہ تصور کیا جائے گا اور تمام اسلامی ممالک مل کر اس کا جواب دیں گے۔ کسی ایک اسلامی ملک
کا سربراہ بھی اگر اس کام کے لیے کھڑا ہو جائے تو وہ یہ کام کر کے دکھا سکتا ہے۔ صرف احساس اور توکل کی ضرورت
ہے۔

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اسلام غیر مسلموں سے دوستی اور محبت کی اجازت نہیں دیتا۔ اگر مسلمان ممالک
صرف اسی ایک اسلامی حکم پر ہی عمل کر لیں اور غیر مسلموں سے دوستیاں چھوڑ دیں تو اسلامی اتحاد کی صورت خود بخود پیدا
ہو جائے گی۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ
صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَسَلَّم

WWW.RUFSEESLAM.COM